THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT
Wednesday, March 07, 2012
(79th Session)
Volume III, No. 02
(Nos. 01-04)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………	1
2.	Leave of Absence……………………….………	2
3.	Laying of Annual Report on observance and implementation of the Principles of Policy: Affairs of the Federation for the year 2010-11……………..	3
4.	Legislative Business:	
	• The passage of the Industrial Relations Bill, 2012……………………………….	3-22
5.	Passage of Resolution regarding missing persons…………………………………….......	23
6.	Points of Order …………………………………….	24-44

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-III No. 02 SP.III(02)/2012 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, March 07, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا

قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى

النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿١٧٦﴾

ترجمہ:۔ حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں، وہ

دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ ہرگز ان سے بات نہ کرے گا، نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا، اور ان کے لیے درد ناک سزا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لے لیا۔ کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ نے تو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق کتاب نازل کی تھی، مگر جن لوگوں نے کتاب میں اختلافات نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے۔

(سورۃالبقرۃ:آیت 174تا176)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔لاء منسٹر صاحب please read the motion.

Senator Moula Buksh Chandio (Minister for Law and Justice): Mr. Chairman, I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 38 of the said Rules regarding Question hour be dispensed with.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 38 of the said Rules regarding Question hour be dispensed with.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. Leave Applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب وسیم سجاد صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ٦ مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۷ مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جی Item No.2 کون اس کو lay کرے گا۔ who will move Item No.2 Law Minister *Sahib* جی آپ ہی کرلیں۔

Laying of Annual Report on Observance and Implementation of Principles of Policy Affairs of the Federation for the Year 2010−1011.

Senator Moula Baksh Chandio (Minister for Law): I beg to lay before the Senate the Annual Report on Observance and Implementation of the Principles of Policy in relation to the affairs of the Federation for the year 2010−11 as required under clause (3) of Article 29 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

Mr. Chairman: The report stands laid. Mian Raza Rabbani Sahib, please move Item No.3. Now you are suited booted for the television screen.

Senator Mian Raza Rabbani: I am ready for this.

Mr. Chairman: Good. Yes please.

Legislative Business:

The Passage of Industrial Relations Bill, 2012

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, before I move Item No.3, I seek the permission to move for the suspension of Rules. I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedures and Conduct of Business in the Senate 1988 the requirements of Rule 22 and 87 of the said Rules be dispensed with in order to consider the Industrial Relations Bill, 2012.

Mr. Chairman: I put the motion to the House that it has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedures and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 22 and 87 of the said Rules be dispensed with in order to consider the Industrial Relations Bill, 2012.

(*The motion was carried*)

Mr. Chairman: Please move Item No.3.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move that the Bill to consolidate and rationalize the law relating to formation of trade unions, and improvement of relations between employees and workmen in the Islamabad Capital Territory and in trans-provincial establishments and industry [The Industrial Relations Bill, 2012] be taken into consideration, at once.

Mr. Chairman: Is it opposed? Not opposed. You want speeches, yes please.

Senator Prof. Khurshid Ahmed: Technically to discuss.

Mr. Chairman: Mian *Sahib*, please elucidate. If I request the honourable members to press the button then the name would be over here.

I think we are getting a little bit electronic over here. This is known as E-enablement. بابر صاحب ذرا اپنا بٹن دبا دیجئیے تاکہ green light میں آجائے جی بسم اللہ۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ، جناب چیئرمین! اس سے پہلے کہ میں اس Bill کی تھوڑی سی تفصیل میں بیان کروں، میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں جناب اسحاق ڈار صاحب کا اور پی ایم ایل (ن) کا، میں شکر گزار ہوں پروفیسر خورشید احمد صاحب کا اور جماعت اسلامی کا، میں شکر گزار ہوں غفور حیدری صاحب کا جو قائد حزب اختلاف بھی ہیں اور جے یو آئی (ف) کو یہاں پر represent کر رہے ہیں۔ میں شکر گزار ہوں عبدالرحیم مندوخیل صاحب کا، میں شکر گزار ہوں کرنل مشہدی صاحب اور ایم کیو

ایم کا، میں شکر گزار ہوں ڈاکٹر مالک کا اور میں شکر گزار ہوں سلیم سیف اللہ صاحب اور ان کے پارلیمانی گروپ کا کہ انہوں نے اس Bill کو oppose نہیں کیا اور اس بات کی بھی اجازت دی کہ اس Bill کو آج Private Members Day کے علاوہ take up کیا جاسکے۔

جناب چیئرمین! جیسے آپ کو علم ہے کہ یہ قانون کافی عرصے سے ملک کے اندر رائج تھا اور پھر جب جنرل مشرف کا دور آیا تو اچانک انہوں نے اس Bill کے اندر گھناؤنی تبدیلیاں کرکے، رات کے اندھیرے اور پارلیمنٹ کے راستے کے علاوہ IRO 2002 کو نافذ کردیا۔ IRO 2002 ایک کالا قانون تھا جس کے ذریعے سے محنت کشوں کے تمام تر حقوق کو سلب کیا گیا اور یہ کوشش کی گئی کہ trade union activities کو کسی نہ کسی صورت میں ختم کردیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بین الاقوامی ایجنڈے کے تحت کیا گیا تاکہ پاکستان کے اندر ایک ایسی صورت حال پیدا ہو جس میں labour rights and trade unions کی activities کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔ اس وقت تمام democratic forces جو تھیں، تمام سیاسی جماعتوں نے IRO 2002 کی مخالفت کی اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ جب وہ برسراقتدار آئیں گی تو IRO 2002 کو کالعدم قرار دیا جائے گا اور ایک نیا قانون جو تمام stakeholders کی مشاورت کے ساتھ مرتب کیا جائے گا اور اس کو رائج کردیا جائے گا۔ لہذا اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیونکہ IRO 2002 کو سترہویں آئینی ترمیم کے تحت تحفظ حاصل ہو چکا تھا، لہذا جب Coalition Government معرض وجود میں آئی تو ایک extensive process consultation کا جس کے اندر مزدور، جس کے اندر صنعتکار اور دیگر stakeholders موجود تھے ان کے ساتھ ایک طویل مشاورت کی گئی اور اس کے نتیجے میں IRA 2008 معرض وجود میں آیا۔ IRA 2008 خوش قسمتی سے میں نے یہاں سینیٹ میں table کیا تھا اور اس وقت IRA 2008 میں ایک ترمیم کی گئی تھی اور اس میں ایک Sundown Clause اگر مجھے صحیح طور پر یاد ہو تو چودہ مہینے کے لیے ترمیم کی گئی تھی کہ چودہ مہینے کے بعد اس Bill کو دوبارہ review کیا جائے گا۔

Therefore, as a consequence of the sundown Clause Mr. Chairman, after a period of 14 to 15 months which I am not exactly clear on, the legislation ceased to exist and the government then promulgated an ordinance. The Ordinance is till date holding the field and it is about to expire on the 14 or 15 of the March.

مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ کیا wisdom تھی جس کے تحت حکومت نے اس Bill کو خود move نہیں کیا لیکن کیونکہ اس کی وجہ سے ایک بہت بڑا void پیدا ہوجاتا کیونکہ جیسے آپ کو علم ہے کہ اٹھارھویں ترمیم کے بعد labour کا item صوبوں کو devolve ہو گیا تھا لیکن اس وقت اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ ادارے جو ایک سے زائد صوبوں کے اندر کام کر رہے ہیں یعنی trans-provincial ادارے جو ہیں، ان کے لیے قانون سازی اور ان کے لیے ایک قانون ہونا لازم ہے لہٰذا under the Federal Legislative List part II اس قانون کو enact کیا جا رہا ہے اور میں ایک بار پھر زہری صاحب کا بھی نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھی اس Bill کی حمایت کی ہے۔

میں یہاں پر صرف ایک بات آخر میں آپ کے توسط سے add کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ as abundant caution, Section or Clause 54 of the draft or proposed Bill کے اندر میں ایک چھوٹی سی amendment کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی as abundant caution کیونکہ Article 2 کے اندر یہ بات بڑے واضح الفاظ میں کہی گئی ہے کہ Islamabad Capital Territory and Establishments which are functioning in more than one Province لیکن آپ کو جیسے علم ہے کہ اس sentence کی Article 54 omission کے اندر ہے لہٰذا اس کی interpretation میں کہیں تھوڑا بہت جھول آجاتا ہے لہٰذا to make things abundantly clear I would seek your permission under Rule 87 to move a verbal amendment to that effect because it pertains to only two words. میں ایک بار پھر پورے ہاؤس کا اور بالخصوص تمام سیاسی جماعتوں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس Private Member's Bill کی حمایت کر کے اپنی مزدور دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو support کیا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you, Prof. Khurshid *Sahib*.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ سب سے پہلے تو میں میاں رضا ربانی صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کروں گا کہ انہوں نے بڑی محنت کرکے یہ نہایت اہم قانون ایک Private Member's Bill کی حیثیت سے اس ایوان میں پیش کیا ہے اور انشاءاللہ اس ایوان کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ اس کے initiative پر ایک بہت بڑا خلاء پر ہوگا بلکہ میں

کہوں گا ایک بہت بڑی زیادتی جو اس ملک کے عوام اور خصوصاً محنت کش طبقے کے ساتھ ہو رہی تھی اس کی تلافی کا اہتمام کیا ہے۔ میں اس کی بھرپور تائید کرتا ہوں لیکن میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جہاں میاں صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ وہ یہ بل یہاں پیش کر رہے ہیں اور ہمیں بھی یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ ہم اس کی تائید کر رہے ہیں اور انشاء اللہ یہ ایوان اسے منظور کرے گا، وہیں حکومت کے لیے یہ لمحہء فکریہ ہے کہ آپ پر عوام نے اعتماد کیا ہے، آپ کو ووٹ دے کر اقتدار میں بھیجا ہے اور اس مقصد اور ذمہ داری کے لیے بھیجا ہے کہ آپ قانون سازی کریں، پالیسیاں بنائیں تا کہ اس ملک کے عوام کی ضروریات حق و انصاف کے مطابق پوری ہو سکیں اور ان کے مسائل حل ہو سکیں۔ خاص طور پر اس بل کے معاملے میں، legislation کے معاملے میں حکومت نے جس غفلت اور سہل انگاری کا ثبوت دیا ہے اس کے لیے میں کم از کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ناقابل فہم ہے۔ خاص طور وہ پارٹی جس کا بنیادی دعویٰ ہی یہ ہے کہ وہ مزدوروں کے cause اور عوامی cause کو پورا کرنا چاہتی ہے، ہمارے لیے یہ بہت ہی تکلیف کا باعث ہے کہ بار بار مواقع دیئے جانے کے باوجود اس سلسلے میں حکومت نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی اور ایک Private Member کو اور اس ایوان کو اپنے initiative پر یہ خدمت سرانجام دینا پڑ رہی ہے۔ حکومت کو اس معاملے میں اپنا احتساب بھی کرنا چاہیے اور میں حکومت اور اس کی اتحادی پارٹیوں کو متوجہ کروں گا کہ آپ کو اس issue کے بارے میں احتساب کر کے ان ذمہ داروں کا تعین کرنا چاہیے جن کی بنا پر کم از کم دو مواقع دیئے جانے کے باوجود اس پر قانون سازی نہ ہو سکی۔ جیسا کہ میاں صاحب نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے جان بوجھ کر وہ sunset clause ڈالا تا کہ ان بارہ چودہ مہینوں میں یہ اس کو review کر لیں مگر پھر بھی انہوں نے نہیں کیا۔ دوسرا پھر یہ ordinance لائے لیکن وہ lapse ہو گیا۔ یہ دونوں warnings دینے کے باوجود یہ نہیں کیا گیا اس لیے میں پہلی بات یہ کہنا چاہتا تھا۔

دوسری بات میں اس بل کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں بڑا توازن ہے اور یہ بڑی healthy development ہے۔ industrial relations کا مطلب تصادم نہیں ہے، trade unions کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ برسرپیکار ہی رہیں بلکہ trade union وہ ادارہ ہے جو ایک طرف مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کرے لیکن دوسری طرف اس صنعت اور کاروبار کے فروغ کے لیے معاون ہو کیونکہ اس کے فروغ میں سب کا بھلا ہے۔ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ اس میں reconciliation ہے حتیٰ کہ trade unions کے لیے وہ باتیں بھی ہم نے کہی ہیں کہ یہ کام ان کو

نہیں کرنے چاہییں تا کہ ایک مثبت اور تعاون کی فضا میں صنعتی ترقی حاصل کی جاسکے۔ اس طرح محض حقوق ہی نہیں بلکہ اس میں فرائض کا بھی ذکر ہے۔

آخری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ گو اس کی ایک clause ہی میں چار اداروں کو exemption دی گئی ہے۔ میں in principle اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ کچھ sensitive ادارے ایسے ہوتے ہیں خواہ وہ پولیس ہو، فوج ہو، intelligence agencies ہوں جن میں بعینہ وہی قوانین نہیں لاگو کیے جاسکتے جو عام اداروں کے لیے ہیں لیکن ان کو sacred cow بنا دینا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے گو کہ آپ نے انہیں exempt کیا ہے جو primafacie ٹھیک ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے بارے میں بھی جو قوانین ہیں ان میں بھی fundamental rights کا پورا پورا اہتمام کیا جائے اور جس spirit میں یہ قانون تیار ہوا ہے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے ان اداروں اور ان services کی sensitivity کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے لیے بھی ایسے ہی قوانین بنائیں۔ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ایوان نہ صرف اس قانون کو پاس کرے گا بلکہ یہ مثال قائم کرے گا کہ ہم ہر ادارے کے لیے ایسا نظام بنانا چاہتے ہیں کہ جس میں تصادم کم ہو، حقوق کی پاس داری ہو لیکن سب مل کر ان مقاصد کو حاصل کریں جن کے لیے وہ ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی اسلام الدین شیخ صاحب۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب! میں تو اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، چونکہ آپ کا نام آیا اس لیے میں نے آپ کا نام پکارا، جی بابر اعوان صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Thank you, Mr. Chairman. I take this opportunity first to say that I fully endorse support for all what has been said by my brother, Senator Mian Raza Rabbani *Sahib*. میں یہاں آپ کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے اس ہاؤس کو چلایا۔ ہاؤس کے بارے میں ایک تصور تو یہ ہے کہ یہ سیاستدانوں کا ایک گھر ہے جس کو آپ نے اپنے گھر کی طرح چلایا۔ I am sure کہ آنے والے دنوں میں پاکستان کے لوگوں کے ووٹ کے تقدس اور اس کی طاقت پر اعتبار میں اضافہ ہوگا انشاء اللہ۔

اس بل کے بارے میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں جتنی بھی trade unions ہیں اس میں، میں students unions کو بھی شامل کروں گا، وہ پاکستان میں سیاست کے مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس کے طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے نرسریاں ثابت ہوتی رہی ہیں۔ یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ کبھی privatization کے نام پر اور کبھی دوسرے اقدامات کے ذریعے سے ان نرسریوں کو کبھی iron shake hand اور کبھی golden shake hand کے نام پر کمزور کیا جاتا رہا۔ آج کے Act of Parliament کے ذریعے سے ان نرسریوں میں جو پودے سکھانے کی کوشش ہو رہی تھی انشاء اللہ العزیز وہ ناکام ہو جائے گی اور پاکستان کے وفاقی دارالحکومت کے اندر ایسی unions ہیں جن کے پورے پاکستان کے اندر بڑے اثرات بھی ہیں اور ان کی بہت بڑی strength بھی ہے، CDA Union ہے، Printing Press Union ہے، زرعی ترقیاتی بنک کی یونین، پی ڈبلیو ڈی کی یونین، واپڈا کی یونین اور اس طرح میں درجنوں اور unions گن سکتا ہوں۔ ان ساری unions اور پاکستان بھر کے مزدوروں کو اس ایوان کے ذریعے سے اس ایوان کے ساتھ ساتھ میں مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے اندر مزدور دوست قانون پاس ہونے جارہا ہے جس سے پاکستان کے اندر trade unionism مزید strong ہو جائے گی۔ میں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بندہ اور آقا کی جو تقسیم اور تفریق پھیلتی جا رہی ہے اور غربت اور امارت کے جزیروں کے درمیان جو خلیج بڑھتی جا رہی ہے اس کو پاٹنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ پاکستان میں trade unionism کو strong کیا جائے اور اس Act of Parliament کے ذریعے سے پاکستان کی سیاسی نرسری کو ہم مضبوط کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنی حکومت سے بھی کہوں گا وفاقی دارالحکومت کے لیے کہ یہ ہماری ہی حکومتیں ہیں، ہمارے ہی لیے ہیں اور ہمارے ذریعے سے ہی ہیں جو صوبوں کے اندر بیٹھی ہوئی ہیں، میں ان کو بھی کہنا چاہوں گا کہ اس روشن مثال، جو یہاں آج ایک precedent set ہونے جارہا ہے اس کو follow کرتے ہوئے پاکستان کے اندر طلباء یونین پر جو قدغنیں ہیں ان کو اٹھایا جائے تاکہ پاکستان کے غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والے lower middle class کے لوگ سیاست میں اوپر آسکیں اور سیاست کے اندر نظام پادشاہی میں عوام کی شرکت کو مزید یقینی بنایا جاسکے۔ بہت شکریہ جناب۔

Mr. Chairman: Thank you, Maulana Haidri *Sahib*.

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کا جو بل ہے۔ یہ میاں رضا ربانی کے اچھے کارناموں میں سے ایک اور کارنامہ ہے۔ ان کی یہ فراخدلی ہے کہ انہوں نے تمام جماعتوں کے نام بھی یہاں لیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب جماعتوں کے منشور کا حصہ رہا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے۔

جناب چیئرمین! آپ بھی خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ آپ کی صدارت میں یہاں بہت سارے بڑے اچھے قوانین بھی پاس ہوئے ہیں۔ یہاں پر اٹھارہویں ترمیم، انیسویں ترمیم اور بیسوی ترمیم پاس ہوئیں۔ یہ سارا credit، بشمول آپ کے، اس ہاؤس کو جاتا ہے۔ اس مختصر عرصے میں جو قانون سازی بالخصوص سینیٹ میں ہوئی ہے یہ باہمی اتفاق سے ہوئی ہے۔

جناب! آج ہم جو قانون پاس کرنے جا رہے ہیں یقیناً اس سے مزدور کو تقویت ملے گی۔ ہمارے ہاں بد قسمتی یہ رہی ہے کہ مزدور کو تحفظ نہیں ملا ہے۔ اگر آج ہماری صنعتیں دیوالیہ ہو رہی ہیں تو مزدور بھی دل لگا کر کام اس لیے نہیں کرتا کیونکہ وہ مستقبل کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار ہے اور محنت کش ہر ملک و ریاست کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر مزدور کو تحفظ نہیں ہو گا، اس کے پیشے کو تحفظ نہیں ہو گا، اس کی محنت کو تحفظ نہیں ہو گا تو وہ بھی دلجمعی سے کسی بھی صنعت میں کام نہیں کرے گا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ مزدور کو board of directors میں شامل کیا جائے اور اس کو صنعتوں میں باقاعدہ حصہ دار بنایا جائے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ یہ کام اس کا ہے اور منافع میں بھی وہ شریک ہے۔ بہر کیف ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مزدور کو جتنا بااختیار یا اس کے مستقبل کو جتنا محفوظ بنائیں گے اتنا ہمارا ملک ترقی کرے گا۔ ہماری صنعتوں میں ترقی ہو گی، اعتماد بڑھے گا اور ملک میں خوشحالی آئے گی۔ بہت بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی نیر بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): شکریہ جناب چیئرمین۔ گزارش ہے کہ جو بل آج رضا ربانی صاحب نے پیش کیا ہے یہ بلاشبہ industrial relations کے حوالے سے قانون سازی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد trade union activities کو تحفظ فراہم کرنا ہے بالخصوص اسلام آباد میں اور ان departments میں جن کی establishments باقی provinces میں ہیں۔ اس بل یا قانون کے نہ ہونے سے بہت ساری خرابیوں نے جنم لینا تھا اور پاکستان پیپلز پارٹی کی یہ ہمیشہ کوشش

رہی ہے کہ جو employers and employees کے relations ہیں اس میں ایک توازن رہے اور وہ تبھی balanced رہ سکتے ہیں جب اس ملک میں اس کے لیے کوئی مثبت قانون موجود ہو۔ اس کی ضرورت بہت تھی جیسے کہ میاں صاحب نے خود فرمایا کہ ordinances آئے تھے اور ان کی target date بھی اسی مہینے کی کوئی 14 or 15 ہے۔ اس بارے میں Opposition کا positive attitude بھی ہمارے سامنے آیا اس کو بھی ہم appreciate کرتے ہیں۔ اس قانون کے پاس ہونے سے ملک کی progress and prosperity ensure ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مزدور کلاس ہی ہے جو اس ملک کی ترقی کی ضامن ہے۔ جب تک ان کی input and contribution نہیں ہو گی اور ان کو اپنی ملازمتوں کا تحفظ نہیں ہو گا اس وقت تک اس ملک میں prosperity نہیں آسکتی۔

جناب! یہ اچھی قانون سازی ہے اور ہمیں اس کو پاس کرنا چاہیے۔ یہ مزدور کو ایک اچھا message جائے گا۔ اس قانون سازی کو صرف industrial relations تک confine نہیں ہونا چاہیے اس کو دیگر شعبوں میں بھی extend ہونا چاہیے اور ان کو وہاں بھی protection ملنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ہے۔ یہ بل مجھے ابھی ملا ہے، میں نے اس کا مطالعہ بھی کیا ہے، کاش رضا ربانی صاحب مجھ سے بھی کوئی مشورہ کر لیتے۔ میں چونکہ اسلام آباد میں نہیں تھا بہر حال یہ ایک اچھی کوشش ہے اور ہم اصولی طور پر اس کی support کرتے ہیں کیونکہ یہ کارکنوں کے حقوق کے لیے بل پیش کیا جا رہا ہے۔ میں چونکہ اسلام آباد میں نہیں تھا۔ یہ یقیناً ہمارے صنعتی عمل میں بہتری لائے گا۔ میں اور میری پارٹی اس بل کو support کرتے ہیں لیکن اس میں ایک شق ہے جس کی مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ایک illegal چیز کی بھی حمایت کی گئی ہے۔ یہ section 47 ہے

"Of the removal of fixed assets:– no employer shall remove any fixed assets of the establishment during the currency of an illegal lock–out….."

اور آگے آپ کہتے ہیں

"….or a strike which is not illegal.

اگر illegal strike ہے اس میں آپ تو پھر machinery باہر مرمت کے لیے نہیں لے جا سکتے ہیں۔ اگر legal ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ جب illegal ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ asset کو illegal declare کر دیا جاتا ہے اور اسے lock-out کیا جاتا ہے، مشینری میں کوئی خرابی ہے، کوئی part بدلنا ہے تو وہ بعد میں نکال نہیں سکتے۔ آپ تو انہیں قانونی تحفظ دے رہے ہیں کہ آپ illegal lock-out کرلیں اور پھر جو employer ہے وہ اپنی مشینری کی بھی مرمت نہیں کروا سکے گا۔ اگر lock-out legal ہے تو پھر یہ ٹھیک ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ آپ نے legal اور illegal دونوں کو اس میں شامل کیا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی افراسیاب صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں بھی اس بل کی حمایت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایسے حالات میں جب کہ ہمارے ملک کو معاشی مسائل درپیش ہیں، ان اقتصادی مشکلات کا سب سے بنیادی نشانہ محنت کش عوام ہیں۔ ہمارے ہاں social security کے networks نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو صنعتی تعلقات ہیں اس میں بھی مزدوروں کا پلڑا کمزور رہا ہے۔ یہ بڑی بروقت کوشش ہے تاکہ مزدوروں کو تحفظ بھی حاصل ہو اور ساتھ ہی صنعتی تعلقات صحتمند بنیاد پر استوار ہو سکیں اور صنعتی امن ملک کے اندر قائم ہو۔

جناب والا! پوری دنیا میں اس طرح ہوتا ہے کہ جب ہم وفاقی نظام بناتے ہیں اور horizontal حقوق دیتے ہیں تو اس میں کبھی کبھی vertical rights میں حرف آتا ہے اور زد پڑتی ہے۔ ایسے حالات میں لوگ ایسا راستا ڈھونڈتے ہیں کہ جس کے اندر horizontal rights اور vertical rights میں توازن پیدا ہو۔ یہ قانون بھی اس کی ایک مثال ہے تاکہ وفاقیت بھی ملک میں قائم ہو اور ساتھ میں جو مزدوروں کے حقوق ہیں ان کا تحفظ بھی ہو سکے۔ مزدوروں اور صنعتکاروں کے درمیان تعلقات کے لائحہ عمل کی پوری اور جامعہ تعریف بھی کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قانون اس لحاظ سے جامع ہے اور اس میں سارے پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو ہم منظور کرتے ہیں تو پھر اس سے پارلیمنٹ کو اعزاز حاصل ہوگا۔ جس طرح کہ ہم نے اور بہت سارے تاریخی قوانین منظور کیے ہیں۔ جو سینیٹرز یہاں رہیں گے اور جو retire ہونے والے سنیٹرز ہیں سب کو یہ credit جائے گا کہ انہوں نے ایک ایسا مزدور دوست قانون پاس کیا ہے جس سے ہمارے ملک کی

اکثریتی آبادی کو relief اور تحفظ بھی ملے گا۔ اس لیے ہم اس کو پوری طرح سے support کرتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی طاہر مشہدی صاحب۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Mr. Chairman, on behalf of my party and myself, I would like to congratulate Mian Raza Rabbani and also all the other political parties represented in this House for supporting this pro-people, pro-workers Bill because Pakistan has rectified the ILO convention 87. We believe in the freedom of association as a basic fundamental right.

تو اس حساب سے یہ Bill بالکل وقت پر اس ہاؤس میں انشاءاللہ پاس ہوگا اور یہ اس ہاؤس کی کریڈٹ کو ضرور جائے گا کہ پاکستان کی غریب اور مڈل کلاس عوام کی طرف یہ ہاؤس دیکھتا رہتا ہے۔ یہ جو ہمارا مزدور طبقہ ہے یہ دنیا میں سب سے زیادہ پسا ہوا، دکھی اور neglected ہے۔ اس کو consolidate اور rationalize کرنے کے لئے اس کے relations مالکان کے ساتھ بہت ضروری ہیں تاکہ اس قسم کا اچھا قانون آئے جو کہ ان کو تحفظ بھی دے اور کچھ نہ کچھ ہماری labor movement کو بھی ایک impetus آگے بڑھنے کے لئے ملے کیونکہ جیسا کہ کہا بھی گیا ہے اور سچ بھی ہے کہ پاکستان کی پسی ہوئی، دکھی، مڈل کلاس، لوئر مڈل کلاس یا غریب طبقہ جو ہے اس کو کسی قسم کا پلیٹ فارم پاکستان کی سیاست میں آگے آنے کے لئے نہیں ملتا۔ ادھر وہی پرانے سیاسی خاندان elect ہو کر آتے ہیں۔ انڈسٹریز اور ٹریڈ کو بھی وہی کنٹرول کرتے ہیں اور corridors of power کو بھی وہی trade کرتے ہیں۔ پاکستان کا جو غریب اور مزدور ہے وہ تو مارا جاتا ہے۔ تو اس لئے یہ قانون جو کہ آج ہم پاس کریں گے یہ پاکستان کی تاریخ میں مزدور movement غریبوں اور پاکستان کے دکھی عوام کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ Thank you very much Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: عبدالحسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ بہت important subject ہے اور خاص طور پر میرے لئے تو یہ اس لئے زیادہ important ہے کہ میں مزدور بھی رہا، متوسط طبقے

سے بھی میرا تعلق قائم رہا اور آج میں آجر کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ یعنی میں نے فٹ پاتھ سے زندگی شروع کی اور چیزیں بیچتے بیچتے میں نے آج انڈسٹری لگا دی ہے۔ اس روشنی میں جو کچھ ہوا ہے اور میں نے جو کچھ اس سے سیکھا ہے۔ میں حکومت پاکستان اور رضا ربانی صاحب کو خصوصی طور پر اور تمام ممبران کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بہت مثبت اقدام کیا۔ یہ میں ایک آجر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے مزدور کی حیثیت سے زندگی شروع کی تھی اور فٹ پاتھ پر میں نے سموسے بیچے تھے۔

مزدور اور آجر کا کوئی concept اس کے اعتماد کا یا اس کے اعتبار کا ہمیشہ فقدان رہتا ہے۔ میری انڈسٹری کے لوگوں نے ہمیشہ ISO 9000, 10000, 14000 and 17000 پر تو بڑا زور دیا کیونکہ اس سے ان کو پیسے ملتے تھے۔ میں بھی اس کا حصہ ہوں لیکن اس ملک میں میرے خیال میں دس لوگ ہوں گے جنہوں نے SA 8000 کو حاصل کیا ہے۔ SA 8000 means کہ Social Accountability. آج ہم حکومت پر تنقید کرتے ہیں کہ تعلیمی نظام بڑا خراب ہے، غریبوں کو دوا نہیں مل رہی ہے اور لوگوں کی صحت خراب ہے۔ جناب چیئرمین! میں ایک آجر کی حیثیت سے بات کہہ رہا ہوں کہ اس کی ذمہ داری ہماری ہے کہ ہمارے مزدور کے بچے اگر تعلیم حاصل نہیں کر رہے ہیں یا ہمارے مزدور کے بچے یا والدین اگر بیمار پڑے ہوئے ہیں اور ان کو دوا نہیں مل رہی ہے اس کی ذمہ داری بھی آجر کے اوپر ہوتی ہے۔ اگر اس کے پاس SA 8000 کا سرٹیفیکیٹ ہوتا تو وہ ensure کرتا کیونکہ SA 8000 کے بارے میں جب International Board آتا ہے تو وہ آجروں سے نہیں ملتا اور Administration سے نہیں ملتا بلکہ وہ صرف مزدور طبقے میں جا کر ان کا انٹرویو لیتا ہے اور اگر کسی ایک مزدور نے بھی شکایت کر دی کسی محرومی کی تو انہیں SA 8000 نہیں ملتا۔ اس ملک میں میرے خیال میں 25, 30 ہیں اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ الحمدللہ میرے پاس تین سال سے SA 8000 ہے۔ جب میں نے apply کیا تھا تو آپ یقین جانئے اور میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ مجھ پر شبہ کیا گیا۔ بورڈ نے سرٹیفیکیٹ دے دیا تو جب Management نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے پاکستان میں SA 8000 دیا ہے تو پوری ٹیم آ گئی تھی۔ اس ٹیم نے دوبارہ آنے کے بعد مجھ سے ملے بغیر میرا re-inspection کیا۔ بعد میں ان کا President میرے پاس آیا اور کہا کہ I am sorry میں نے آپ کے اوپر شبہ کیا تھا کیونکہ یہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ آپ کی جو کہانیاں ہمیں پہنچتی ہیں۔ انہوں نے پھر فیصلہ کیا کہ آج کے بعد جتنا بھی خرچہ ہو گا وہ ہم خود دیں گے۔

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ مزدور کے بغیر انڈسٹری نہیں چل سکتی۔ مزدور کے بغیر production نہیں ہو سکتی ہے۔ مزدور کے بغیر معیشت بہتر نہیں ہو سکتی۔ میں دوبارہ مبارکباد دیتا ہوں۔ رضا ربانی صاحب اور پورے ہاؤس کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔ آج اللہ نے یہ موقع دیا ہے کہ کالا قانون ختم ہو گیا ہے۔ بس اس میں میری ایک صدا ہو گی کہ اس قانون کو اس کی روح کے مطابق نافذ کیا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں Trade Union کے بارے میں میاں رضا ربانی صاحب نے جو بل پیش کیا ہے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ جناب چیئرمین! میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

دوسری بات جناب والا! یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے جمہوریت کے حق میں تین ترامیم پیش کی گئی ہیں اور منظور ہوئی ہیں۔ اپنے آئین کو ہم نے بہت اچھے طریقے سے democratize کیا ہے۔ اب اس حوالے سے اگر مکمل democracy کی طرف جانا ہے تو پھر محنت کشوں کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ ان کے حقوق کے لئے ایسے قانون ہوں کہ جن میں ان کو تحفظ حاصل ہو۔ جناب والا! اس بل میں میاں صاحب نے حقیقت میں بڑی کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک democratic ماحول پیدا ہو اور اس میں محنت کشوں کو نہ صرف economic equality یا freedom ہو بلکہ politically بھی ان کا role ہو۔ اس بل میں جب یہ قانون بنے گا تو اس میں مزدور کو protection حاصل ہو گی۔ صبح شام جو مذاکرات ہوتے ہیں کہ تنخواہ ہماری زیادہ کریں اور دو گھنٹے بعد مہنگائی کریں۔ وہ تمام محنت اس میں چلی جاتی ہے اور محنت کشوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ democratically ہمیں آگے جانا چاہیے اور یہ بل اصل جمہوریت کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ خالد محمود سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: شکریہ۔ جناب چیئرمین! مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے بل آیا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام مکمل حمایت کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بہت پہلے ہونا

چاہیے تھا۔ میری جماعت تو یہ چاہتی ہے کہ جتنے بھی کارخانے ہیں وہاں پر جو آمدن ہوتی ہے اس میں مزدوروں کو حصہ دار بنایا جائے صرف Board of Directors کو نہیں۔ اس وقت جتنی صنعتیں بند ہیں اگر اس فارمولے کو اپنایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کو بھی چلایا جا سکتا ہے۔ میں ایک تجویز کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگر کسانوں کے بارے میں بھی اس قسم کی کوئی قانون سازی ہو کیونکہ یہ دو پسے ہوئے طبقات ہیں ایک کسان کا طبقہ اور ایک مزدور کا طبقہ۔ اس سے اللہ بھی راضی ہوگا، ہماری ذمہ داری بھی پوری ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ ملک کی معیشت کو سنبھالنے کے لئے اس قسم کے اقدامات سے معیشت کو بہت بڑا سہارا ملے گا اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو قبول فرمائے اور یہ جو بل آیا ہے ہم اس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سلیم سیف اللہ خان صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ رضا ربانی صاحب نے ماشاء اللہ قانون سازی میں بڑی محنت کی ہے۔ میں نے ابھی ان سوال سے کیا، سوال کا جواب انہوں نے دے دیا۔ بنیادی طور پر جب بھی آپ کوئی قانون بنائیں، چاہے وہ اسلام آباد کے لیے بنائیں، اسلام آباد میں کتنے کارخانے ہونگے، سو ہونگے، اسی ہونگے، دو سو ہونگے یا اور ادارے ہونگے۔ اس کا زیادہ اثر صوبوں پر ہوگا۔ ہمارے ہاں ایک tradition رہی ہے کہ جیسے میں جب وزیر خزانہ تھا، صوبہ خیبر پختونخوا میں تو جو پنجاب میں مراعات ملتی تھیں، وہاں کے کلرکوں کو، یا سکول کے ٹیچرز کو تو ہمیشہ وہ آکر ہمیں بتایا کرتے تھے کہ پنجاب نے یہ کر دیا آپ بھی یہ کریں اور ہم وہ مراعات دے دیا کرتے تھے۔ میں نے یہ سوال ان سے کیا، اور انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے صوبوں سے مشورہ کر کے یہ بل پیش کیا کیونکہ فوری طور پر یہ چیز صوبوں میں بھی اٹھائی جائے گی جہاں پر آپ کا محنت کش 99.9% ہے۔

جناب چیئرمین! اس میں انسپکٹر کو اگر اجازت نہ دی گئی تو اتنی سزا ہوگی۔ میرے مرحوم ماموں اسلم خان خٹک صاحب جو بڑے سینیئر سیاست دان رہے ہیں، بڑے عہدوں پر رہے ہیں، وہ ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ it is not the severity of the punishment, it is the certainty of conviction. آپ کارخانہ لگائیں، قانون بناتے جائیں، بناتے جائیں لیکن ان پر عمل نہ ہو تو اس قانون کا کیا فائدہ۔ آپ نے اعلان کیا کہ آٹھ ہزار روپے minimum wage ہوگی۔ میں حکومت وقت سے یہ سوال کرتا ہوں کہ پچاس فیصد سے زیادہ کارخانے آٹھ ہزار تنخواہ نہیں دے رہے،

آپ ان کے متعلق کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے آج تک کس کو پکڑا ہے؟ آپ کے اور بھی قوانین ہیں جن کا تعلق محنت کش طبقے سے ہے لیکن ان پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ ہم تو خیر جا رہے ہیں، آپ کے لیے نصیحت کر رہا ہوں کہ کچھ دیر قانون سازی کو کم کر کے اس چیز کو دیکھیں کہ آپ کے قانون پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا؟ آپ قانون بناتے جائیں اور اس پر عمل نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں اور ایوان کا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میری آپ سے گزارش ہے کہ ہم اس چیز کے حق میں ہیں۔ یقیناً محنت کش طبقہ ہے، ان کے ساتھ زیادتیاں بھی ہوتی ہیں بلکہ میں کل لیٹ تھا گزارش نہیں کر سکا۔ میں اور آپ دنیا میں گھومے ہیں اور بھائی بہنیں بھی گئی ہیں، جب بھی آپ کسی پارکنگ ایریا میں جائیں تو معذور افراد کے لیے کوئی خاص پارکنگ مختص ہوتی ہے، کبھی پاکستان میں ہم نے ایسا بھی سوچا ہے؟ آپ ٹھیک ہے محنت کش کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن اس ملک میں بہت سے لوگ معذور بھی ہیں۔ کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ ان کے لیے پارکنگ دو میل دور، ایک آدمی کی ٹانگ نہیں ہے اور آپ کہتے ہیں کہ گاڑی دو میل دور کھڑی کرو، آپ کے لیے نزدیک جگہ نہیں ہے، وہاں سے وہ ایک ٹانگ پر آئیں۔ میری رضا ربانی صاحب سے گزارش ہے کہ آپ ذرا اس قانون کے لیے بھی سوچیں کیونکہ ہماری ہاں handicap جس کی ذمہ داری پوری سوسائٹی پر ہے، صرف اس خاندان پر نہیں ہونی چاہیے۔ ان کے لیے بھی آپ قانون سازی کریں، مثلاً آپ لندن جائیں، آپ ترکی جائیں، آپ جہاں بھی جائیں گے آپ دیکھیں گے کہ ان کے لیے علیحدہ مخصوص جگہ مقرر کی ہوتی ہے۔ اس قانون سازی میں ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن صرف یہی گزارش ہے کہ صوبوں کو چاہیے کہ وہ ان قوانین کا احترام بھی کریں اور ان کو عملی جامہ بھی پہنائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی اسماعیل بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا قانون ہے۔ یقیناً مزدوروں کے لیے، غریبوں کے لیے ان کی فلاح و بہبود کے لیے ہم قانون سازی کریں۔ یہاں پر پچانوے فیصد لوگ مزدور ہیں، ۹۰% لوگ مزدور ہیں لیکن دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں ان کی فلاح و بہبود کے لیے کبھی کوئی قانون سازی نہیں ہوئی، کوئی سہولت ان کو نہیں ملی۔ جیسے ہمارے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ یہاں پر بڑے بڑے کارخانے والے تین ہزار فی مزدور،

جو مجبور ہیں، لاچار ہیں ان کو نوکریاں نہیں ملتیں، وہ دربدر گھومتے ہیں اور جب ہم کبھی ان سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری تنخواہ تین ہزار ہے، چار ہزار ہے، پانچ ہزار ہے۔ جناب چیئرمین! سخت گرمی میں وہ آٹھ گھنٹے، دس گھنٹے سخت محنت کرتے ہیں اور کارخانے والے ان سے کتنا کماتے ہیں لیکن یہاں پر کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ کنٹریکٹر کو جب پراجیکٹ ملتا ہے تو اس میں mention ہونا چاہیے کہ مزدور کو اس میں سے کتنے پیسے ملیں گے لیکن اس میں یہ تخمینہ نہیں ہوگا، کنٹریکٹر کی مرضی ہے، وہ جنگل کا بادشاہ ہے، وہ کہتے ہیں میں آپ کو دوں یا نہ دوں، آپ کو کام کرنا ہے، یہاں پر کوئی آئین سازی، قانون سازی اگر ہو بھی تو، جس طرح سلیم صاحب نے فرمایا یہاں پر جب تک عملدرآمد نہیں کریں گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہاں پر قانون پہلے سے موجود ہیں۔ آپ 1973 کے آئین کو دیکھیں اس میں قانون موجود ہے لیکن اس پر عملدرآمد کرنا رضا ربانی صاحب کی ذمہ داری نہیں ہوگی، اگر وہ ایسے کاموں میں پیچھے پڑیں تو ان کو فرصت نہیں ہے اس کے لیے الگ ادارہ ہونا چاہیے تاکہ وہ دیکھیں کہ قانون پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے قوانین موجود ہیں لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوتا۔ رضا ربانی صاحب اس پر عملدرآمد کروانے کے لیے کوئی ادارہ قائم کریں کہ وہ جا کر دیکھے کہ اس پر عملدرآمد ہوا ہے یا نہیں؟ اخبارات میں اشتہارات دیں کہ جس مزدور کو کوئی شکایت ہو، ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی ہو، ان پر ظلم و تشدد ہو رہا ہو، ان کا معاوضہ اگر کم دیا جا رہا ہے تو وہ مزدور اس ادارے سے رجوع کریں۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا ورنہ ایسے بڑے بڑے قانون ہمارے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ رضا ربانی صاحب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ check and balance کے لیے monitor کرنے کے لیے کوئی طریقہ کار وضع کریں تاکہ مزدور لوگ ان کو دعائیں دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔ ایک تو میں میاں رضا ربانی صاحب کو اپنی پارٹی BNP عوامی کی جانب سے اس قانون جس پر اگرچہ کافی دیر ہوگئی ہے، پیش کرنے پر مبارکباد دیتی ہوں۔ یہ بل مالک اور مزدور کے درمیان ایک پل ہے۔ یہ وہ معاملات طے کرتا ہے جو مزدور شاید صدیوں میں طے نہیں کر سکتا۔ جناب والا! ہم بات کرتے ہیں trade union کی مجھے یاد ہے کہ کالج میں یونین کی صدر رہا کرتی تھی اور اس میں، میں نے ایک بک بنک کے نام سے تنظیم بنائی ہوئی تھی۔ میں نے کام شروع کیا کہ آنے والی غریب بچیاں جانے والی بچیوں سے کتابیں لے کر پڑھ سکیں۔

میرے ذہن میں اس وقت سے یہ تصور تھا۔ جناب والا! آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے لیڈر پیدا ہوئے اور ان کی سوچ عوامی سوچ تھی۔ انہوں نے وہی سوچا جو عوام اور غریب مزدور سوچتا ہے، میں مختصراً یہی کہوں گی کہ یہ جو ہم قانون بنانے جا رہے ہیں، یہ ایک مزدور کے لیے بہترین will ہے۔ مگر جیسے ہمارے ساتھی سلیم سیف اللہ صاحب نے فرمایا کہ اس پر عملدرآمد ضرور ہونا چاہیے نہ یہ کہ ہم صرف قانون سازی کر لیں اور اس قانون پر عملدرآمد نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں اس قانون سازی پر اور مزدور و آجر کے درمیان قانون سازی پر پیشگی میاں صاحب کو مبارکباد دیتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آنے والے وقت میں یہ قانون سازی، ہمارے ہاتھ سے کی گئی قانون سازی ایک مزدور کے لیے، ایک غریب کے لیے جس کی ہم روز بات کرتے ہیں فائدہ مند ثابت ہو گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ آج بڑے عرصے کے بعد اس بڑے ایوان میں مزدور کی بھلائی کی بات میں سن رہا ہوں ویسے تو پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں، سب سے زیادہ اگر کسی کے حق میں بولتی ہیں تو وہ پاکستان کا مزدور ہے یا پاکستان کا کسان ہے۔ یہاں پر میں یہ بھی کہتا چلوں کہ سب سے زیادہ استحصال اگر اس ملک میں ہوا ہے، ہو رہا ہے یا آئندہ بھی ہوتا رہے گا تو یہ طبقہ بھی مزدور کا اور کسان کا ہے۔ یہ دونوں طبقے ایسے ہیں جو معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کہلاتے ہیں اور دونوں ہی طبقے اتنے مظلوم ہیں کہ وہ پورے ملک کو تو چلا رہے ہیں، پورے ملک کا بے بس کسان جاگیردار کو تو چلا رہا ہے، اس کے جاگیرداری سسٹم کو تو اس نے ٹھیک کر رکھا ہے۔ مزدور صنعت کار کی مل تو چلا رہا ہے لیکن ان کے ساتھ جو حشر ہو رہا ہے یا حشر کیا جاتا ہے وہ نہ آپ سے پوشیدہ ہے، نہ ہم سے پوشیدہ ہے۔ بہرحال جب ان کے ووٹ سے آتے ہیں تو انہیں ان کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا ہے۔ جناب چیئرمین! آج کے مسودے میں بہت سی مہربانی legislation کر رہی ہے۔ مزدور کے بارے میں law making ہم کر رہے ہیں۔ پاکستان کا سیاست دان کر رہا ہے، پاکستان کا elected member کر رہا ہے جو انہی مزدوروں اور کسانوں سے ووٹ لے کر آیا ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ صرف Section 53 of National Industrial Relations Commission کی composition کی طرف دلاؤں گا؛ "The Federal Government shall constitute a National Industrial Relations Commission." ٹھیک ہے کوئی بات نہیں، جہاں اور دوسری

Federal Government powers کے پاس ہیں، یہ بھی صحیح، ایسی چیزیں قانون میں ہوتی ہیں اور اس سے مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اس کے (2) sub-Clause میں چلے جائیں؛ "The Commission shall consist of not less than 10 full time members including the Chairman." تیسری چیز جو بہت important ہے؛ "The qualification for appointment, as a Member or as the Chairman of the Commission, shall be such, as may be prescribed." جناب والا! اس Section 53 میں اس کا گلا دبا کر پھر ساری کی ساری بات وہیں پر چلی گئی یعنی Federal Government میں اور جہاں سے استحصال شروع ہوتا ہے۔ اب اتنے بڑے law making institution یعنی 442 or 447 ارکان کے ایوان کے پاس یہ power نہیں ہے اور یہ بات آپ بہتر جانتے ہیں، یعنی rules وہ بنائیں گے اور ان rules کی line میری نظر سے یا جناب کی نظر سے نہیں گزرے گی۔ وہ power پھر ادھر چلی گئی جو میں شروع میں عرض کر رہا تھا۔ یہ جو feudalism اور یہ جو صنعتکاری ہے یہ اتنی بڑی فنکاری ہے کہ وہ ایسے طریقے اور فن سے اپنے ہاتھوں میں ہر بات، ہر طاقت لے جاتے ہیں کہ باقی پیچھے تماشا رہ جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! اسی قانون میں 86 ہے، جو جناب کو پتا ہے کہ ہر قانون میں ہوتا ہے؛ "prescribed with the rules" and rules making power Federal Government کے پاس ہوگی۔ میں جناب چیئرمین! جناب کی وساطت سے، اپنے اس ایوان کی طرف سے، یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر ہر بات Federal Government کو ہی دینی ہے اور Federal Government آج آپ کی ہے، کل ہماری ہو سکتی ہے اور پھر کسی اور کی ہو سکتی ہے، why not the legislation minds آیا وہ اس چیز کا تعین نہیں کر سکتے۔ کیا یہ کوئی مشکل سوال ہے؟ یا یہ کبھی نہیں ہوا؟ یا کبھی ملا نہیں؟ اس لیے میری جناب چیئرمین سے درخواست ہوگی کہ جب اتنا اچھا کام اگر کرنے جا ہی رہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اگر اس کو تھوڑا سا اور اچھا کر دیں اور یہ law making mind اس بات کا تعین کرے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Now speeches are over. It has been moved that the Bill to consolidate and rationalize the law relating to formation of trade unions, and improvement of relations between employers and workmen in the Islamabad Capital Territory

and in trans−provincial establishments and industry [The Industrial Relations Bill, 2012] be taken into consideration at once.

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: We may no take up second reading of the Bill, that is, clause by clause consideration of the Bill. There is no amendment in Clauses 2 to 53, therefore, I put these Clauses together as one question. The question is that Clauses 2 to 53 do form part of the Bill?

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: Clauses 2 to 53 stand part of the Bill. There is an amendment in the name of Mian Raza Rabbani in Clause 54. Mian *sahib*, please move the amendment.

Senator Mian Raza Rabbani: Thank you sir. Sir, I beg to move that in Clause 54 of the Bill, after the words "Islamabad Capital Territory" wherever occurring in the Clause, the words "in trans−provincial" may be inserted.

Mr. Chairman: Is it opposed Law Minister *sahib?*

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: No sir.

Mr. Chairman: OK. Now, I put the amendment to the House.

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: The question is that Clause 54 as amended do form part of the Bill?

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: Clause 54, as amended, stands part of the Bill. There is no amendment in Clauses 55 to 91, therefore, I put these Clauses together as one question. The question is that Clauses 55 to 91 do form part of the Bill?

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: Clauses 55 to 91 stand part of the Bill. Now I put Schedules to the vote of the House. The question is that Schedules I and II do form part of the Bill?

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: Schedules I and II stand part of the Bill. We may now take up Clause 1, the Preamble and the Title of the Bill. The question is that Clause 1, the Preamble and the Title do form part of the Bill?

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: Clause 1, the Preamble and the Title stand part of the Bill. Mian *sahib,* please move item No.4.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, before I move item No.4, I would just like to bring it to your notice and through you on to the record that under the rules it is within your powers to correct certain typographical errors and there are two typographical errors in Section 58, Clause 3. So, those may be corrected.

Mr. Chairman: That stands corrected. Please move item No.4.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move that the Bill to consolidate and rationalize the law relating to formation of trade unions, and improvement of relations between employers and workmen in the Islamabad Capital Territory and in trans-provincial establishments and industry [The Industrial Relations Bill, 2012] be passed.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill to consolidate and rationalize the law relating to formation of trade unions, and improvement of relations between employers and

workmen in the Islamabad Capital Territory and in trans-provincial establishments and industry [The Industrial Relations Bill, 2012] be passed.

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: The Bill stands passed unanimously.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, can I have just one minute?

Mr. Chairman: Yes please.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! میں ایک مرتبہ پھر آپ کے توسط سے پورے ایوان کا اور تمام سیاسی جماعتوں اور سیاسی قوتوں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ یہ جو Private Member's Bill مزدور دوستی کے ثبوت میں لایا گیا تھا میری طرف سے اس کو پورے ایوان نے unanimously approve کیا۔ میں ایک بار پھر ان کا شکر گزار ہوں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Professor *sahib,* please move the resolution. It is a consensus and a joint Resolution.

Passage of Resolution Regarding Missing Persons.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔ جناب چیئرمین! میں ایک consensus resolution move کرتا ہوں اور خصوصیت سے قائدِ ایوان اور قائدِ حزبِ اختلاف دونوں کا مشکور ہوں، باقی تمام پارٹیوں کے سربراہوں کا بھی جنھوں نے آج اس اہم ترین موضوع پر مجھے resolution move کرنے کی سعادت دی ہے۔

> "The Senate of Pakistan expresses its deep concern over the issue of missing persons involving persistent violation of Articles 9 and 10 of the Constitution. While acts of terrorism or subversion are unforgivable, every citizen is innocent till proved guilty through due process of law. The abduction, arbitrary lifting and forced disappearance of any

human being is illegal and intolerable in a civilized society. The Supreme Court of Pakistan took a serious note of this situation which has assumed serious proportions in the country particularly in Balochistan, Karachi and FATA. The Senate resolves that the Federal and Provincial Governments should take immediate and effective steps to ensure the speedy recovery and release of all those persons except those who are charged under the law of the land for any offense. The Senate also demands the detail report in this respect should be presented to the House as early as possible."

Mr. Chairman: As it is a consensus resolution, it stands passed by the Senate and a copy thereof should be forwarded to the division concerned.

(Thumping of desks)

جناب چیئرمین: جی، حسیب صاحب۔

Points of Order

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب! میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے صوبے میں جو transportation کا مسئلہ ہے، پام آئل اور تمام oil ہمارے وہاں پورٹ پر پڑے ہوئے ہیں اور ملک میں تمام کارخانے بند پڑے ہیں کیونکہ transport والوں نے احتجاج کر دیا ہے کہ NLC والوں کو آپ نے contract کیوں دے دیا ہے۔ میں آپ سے اور صوبائی حکومت سے اپیل کر رہا ہوں کہ اس کو دیکھا جائے اور چیف منسٹر صاحب سے بھی کہا جائے کہ اس کو حل کریں کیونکہ گھی کی shortage پورے ملک میں ہو جائے گی۔ کوئی بھی آئل پورٹ سے انڈسٹریز کو transport نہیں ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! آج کے "The News" میں ایک کارٹون چھاپا گیا ہے اور اس کارٹون میں Senate in Session کا caption ہے اور اس کے ساتھ اس august House اور honourable and respectable Senators کو گھوڑے سے یعنی جانور سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جنگ گروپ کا شمارہ آپ دیکھیں یہ اس august House کی توہین ہے اور honourable and respectable Senators کی توہین ہے کہ گھوڑوں سے تشبیہہ دی گئی ہے اور گھوڑوں کی گردنیں نیچے کی ہوئی ہیں اور گھاس چر رہے ہیں جیسے ہم یہاں سب بیٹھ کر گھاس چر رہے ہیں۔ میں جنگ گروپ کی شدید مذمت کرتا ہوں اور اپنے تمام معزز سینیٹرز سے request کرتا ہوں کہ اس کی شدید مذمت کریں اس لیے کہ جنگ گروپ کا اس مرتبہ نہیں ہمیشہ سے ان کا democracy کے خلاف، institutions کے خلاف کردار منفی رہا ہے۔ میں اس بات کو record پر لانا چاہتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کا نوٹس لیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب! یہ مناسب نہیں ہے کہ کسی ایک اخبار کو یا گروپ کو target بنایا جائے اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ ان کارٹونوں میں ایک ایسی چیز ہے جس میں serious view لینے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس معاملے میں ذرا احتیاط برتنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ بلور صاحب۔

سینیٹر محمد الیاس بلور: شکریہ جناب چیئرمین! حسیب صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 22 دن ہو گئے ہیں کہ وہاں پر خام مال پڑا ہوا ہے اور آپ کی جو چیز ہے، آپ کی گاڑی ہے، آپ جہاں سے چاہیں ڈیزل اور پیٹرول ڈلوا لیں، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ نہیں مجھ سے ہی ڈلوائیں، لازمی بات ہے۔ یہی حال ہو رہا ہے۔ چار بڑے containers چار بڑے tankers ساٹھ ساٹھ ٹن کے NLC کے، فیکٹری والوں کے، چار کروڑ روپے کا مال کراچی میں جلا دیا گیا ہے۔ گورنمنٹ اس مسئلے پر بالکل دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔

جتنا گھی ملوں میں تھا وہ انہوں نے نکال کر سب بیچ دیا ہے اور اب گھی کی ملوں میں ایک کلو گھی نہیں ہے اور بازار میں دو تین دن کے بعد shortage آجائے گی۔ وہاں پر ایک مافیا ہے اور ایک

گروپ بنا ہوا ہے جو اس کو sabotage کر رہا ہے اور وہاں کی انتظامیہ کچھ نہیں کر رہی ہے۔ میں خود وزیرِ داخلہ وسان صاحب سے مل کر آیا ہوں کہ ہم NLC 50% کے through اٹھائیں اور 50% private containers کے through اٹھائیں۔ انہوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ نہیں، NLC 25% اٹھائے گی، 75% private containers والے اٹھائیں گے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے، جو فیصلہ کیا وہ بھی implement نہیں ہو سکتا۔

میں آج آپ کو ہاؤس کے سامنے بتا دوں، media بھی بیٹھا ہے، دو تین دن کے بعد گھی مارکیٹ میں نہیں ملے گا کیونکہ گھی completely short ہو چکا ہے اور اس وقت ڈھائی لاکھ ٹن تیل کراچی پورٹ پر پڑا ہوا ہے۔ اس کی transportation نہیں ہو رہی تو ملز والوں کے جو نقصانات ہیں، ٹھیک ہے وہ برداشت کر لیں گے لیکن قوم کو گھی نہیں ملے گا اور پھر اس کی ساری ذمہ داری گھی ملوں پر آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ بالکل سوئی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کو کوئی پتا نہیں ہے۔ اخباروں میں کتنی اپیلیں کی گئی ہیں اور اتنا کچھ کہا گیا ہے اور اس کے بعد بھی گورنمنٹ نے اپنے کان بند رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو عوام کی کوئی فکر نہیں ہے کہ آج عوام کو گھی 20 روپے کلو مہنگا مل رہا ہے۔ چار دن بعد گھی ملے گا بھی نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر کار گورنمنٹ کیا کرنا چاہتی ہے؟ کیوں گورنمنٹ اس میں action نہیں لیتی؟ دیکھیں یہ ملک کا مسئلہ ہے اور عوام کا مسئلہ ہے۔ گورنمنٹ عوام کے ہر مسئلے کو بالکل ignore کرتی ہے۔ Prices بڑھ رہی ہیں ان کے اوپر کوئی check نہیں ہے۔ چند آدمیوں کا ایک مافیا ہے جس نے وہاں کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کر دیا کہ جی نہیں totally ہم اٹھائیں گے۔

جناب! دوسری بات میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پختونخوا میں پنجاب کے چار big investors نے اپنی industries بند کر دیں، تین حطار میں تھے اور ایک نوشہرہ میں تھا، انہوں نے کراچی پورٹ پر جا کر ملیں لگا لی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنا ہوا گھی ساڑھے تین روپے کلو پشاور پہنچتا ہے اور یہ ہم سے ساڑھے چھ روپے لیتے ہیں، اس کے باوجود ہم سے ہر وقت بدمعاشی کرتے ہیں اور ان کا جو جی چاہے وہ کر لیتے ہیں۔ میں گورنمنٹ سے کہتا ہوں کہ خدارا! اپنی writ قائم کریں۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ ہم writ مضبوط کرنا چاہتے ہیں، نہ گورنمنٹ کی کوئی writ ہے نہ کچھ ہے، جس کی جو مرضی ہے وہ کرے۔ گورنمنٹ کو کم از کم کچھ تو آنکھیں کھولنی چاہییں اور اپنے کان بند نہیں کرنے چاہییں۔ عوام کے problems کے بارے میں بھی گورنمنٹ کو سوچنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، عباس آفریدی صاحب۔

سینیٹر عباس خان آفریدی: جناب! ہمارے کچھ لوگ فاٹا سے ادھر احتجاج کے لیے آئے تھے۔ ان کے ساتھ پولیس والوں نے بھی کافی بد تمیزی کی۔ میری Interior Minister سے اور صوبائی حکومت سے بھی request ہے کہ وہاں صوبے میں جو آپریشن ہو رہا ہے کہ بات چیت کے ذریعے یہ مسئلہ حل کیا جائے، زور سے نہ کیا جائے۔ قبائل پہلی مرتبہ ایک پرامن احتجاج record کرانے کے لیے ادھر سامنے آئے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا جا رہا ہے اور میں نے Interior Minister سے بھی request کی تھی کہ ان کے گھروں کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کے ذریعے، ان کا کوئی راستہ نکالا جائے۔ میں صوبائی حکومت سے بھی التماس کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس کا کوئی راستہ نکالا جائے۔ پہلے ہی فاٹا کا بہت برا حال ہے اور اگر زور زبردستی سے کام چلتا رہا تو اس کے نتائج آنے والوں دنوں میں ہمارے لیے بہت برے ہوں گے۔ میرا احتجاج record کیا جائے اور Interior Minister کو بلایا جائے کہ اس کی وضاحت کریں اور ان لوگوں کو پرامن طریقے سے گھروں کو بھجوایا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، درانی صاحب۔

سینیٹر محمد علی درانی: میں ابھی تقریر کر سکتا ہوں یا points of order ہیں؟

جناب چیئرمین: Points of order لے لیتے ہیں پھر speech کر لیں۔ ہارون صاحب! آپ نے تقریر کرنی ہے؟ پہلے ذرا میں points of order لے لوں، پھر تقریروں پر آجاتے ہیں۔ جی غفار صاحب۔

سینیٹر عبدالغفار قریشی: چیئرمین صاحب! میرا point of order یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں جب بیسویں ترمیم پیش کی گئی تھی تو لیڈر آف دی اپوزیشن نے ایک جانب اشارہ دلایا تھا کہ ہمارے دو صوبے ایسے ہیں جہاں پر لیڈر آف دی اپوزیشن کا اب تک تقرر نہیں کیا گیا اور ان کا notification نہیں کیا گیا۔ جس پر اس وقت کے Treasury Benches کی طرف سے یہ بات آئی کہ ہم نے سندھ میں ارباب غلام رحیم کو لیڈر آف دی اپوزیشن کے لیے کہہ دیا ہے اور ان کا notification issue کر دیا جائے گا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ یہاں پر بھی یقین دہانی کے باوجود اور بار بار کہنے کے باوجود آج تک ان کا لیڈر آف دی اپوزیشن کے لیے

notification جاری نہیں کیا گیا ہے جو بالکل جمہوری روایت کے خلاف ہے جب کہ وہاں پر اپوزیشن کے پانچ ممبرز نے declare کیا اور آج بھی پانچ اپوزیشن میں بیٹھے ہیں اور پانچوں نے لکھ کر دیا ہوا ہے کہ ہمارا اپوزیشن لیڈر ارباب غلام رحیم کو بنایا جائے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ اتنے بڑے ہاؤس میں جو بات کی گئی ہے، اس پر عمل نہیں کیا جا رہا۔ یہ بہت ہی شرمناک بات ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ فوری طور پر ان کا notification جاری کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ فرح عاقل صاحبہ! آپ کا point of order ہے؟

سینیٹر فرح عاقل: جی میرا point of order ہے۔ شکریہ جناب۔ میرے دو points of order ہیں۔ ایک قرآن پاک جلانے کے بارے میں ہے۔ میں اسے بہت strongly condemn کرتی ہوں۔ یہ واقعات پہلے بھی کئی مرتبہ پیش آ چکے ہیں۔ یہ پہلی بار نہیں ہوا اور ہم نے یہاں قراردادوں کے ذریعے اور اپنے طریقے سے اس پر resist کیا ہے اور اسے condemn کیا، اس کی مذمت کی ہے۔ جناب! اب یہ چیز اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ گویا ہم اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور اس کا بہت ہی خراب نتیجہ نکلنے والا ہے کیونکہ ہم اس چیز کو اتنا light لیتے ہیں۔ یہ امریکہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ہم terrorists ہیں جبکہ یہ سب سے بڑا act of terrorism ہے جو وہ ہمارے خلاف کرتا ہے۔ قرآن پاک کوئی معمولی کتاب نہیں ہے۔ وہ ہماری ایک بہت مقدس کتاب ہے۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ کسی مسلمان نے زبور، انجیل یا کسی دوسری کتاب کو جلایا ہو۔ انہوں نے نیٹو سپلائی کے بارے میں resist کرتے ہوئے یہ حرکت کی ہے۔ میں چاہوں گی کہ حکومت اس پر بہت ہی strong step اٹھائے۔ ان کے ساتھ تعلقات ختم کرے تاکہ ان کو پتا چلے کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آئے دن ہم سنتے ہیں کہ وہ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آپ کا مؤقف آ گیا ہے۔

سینیٹر فرح عاقل: جناب! کچرے کا مسئلہ اسلام آباد میں بہت زیادہ ہے۔ یہ آپ کبھی کہیں پھنکوا دیتے ہیں اور کبھی کہیں اور اس کے قریب رہنے والوں کا جینا مشکل ہو گیا ہے۔ وہاں پر بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ اس کا تدارک کیا جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کے لیے کافی فنڈ بھی موجود ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ دکھائی نہیں دے رہا۔ یہ کہیں بھی کھلی جگہ پر ڈال دیا جاتا ہے۔ پہلے یہ اسلام آباد سے باہر جانے والے راستے پر ڈالا ہوا تھا۔ اب یہ ایک جگہ سے اٹھاتے ہیں تو دوسری جگہ پھینک دیتے

ہیں۔ دوسری جگہ سے اٹھاتے ہیں تو تیسری جگہ پھینک دیتے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ کسی کھلی جگہ پر garbage پھینک دیں۔ یہ آس پاس رہنے والوں کے لیے nuisance بن رہا ہے۔ اسے کنٹرول کیا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی مولانا صاحب! آپ کا point of order ہے؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: سندھ میں اپوزیشن لیڈر اور بلوچستان کے حوالے سے بھی شاہ صاحب نے جس بات کا ذکر کیا ہے۔ بلوچستان میں تو بدقسمتی یہ ہے کہ جتنے بھی ممبرز ہیں، جن جن پارٹیوں سے ان کا تعلق ہے، وہ سب کے سب وزیر ہیں اور ایک سردار یار محمد رند صاحب شاید قبائلی اختلافات کی وجہ سے حکومت کا حصہ نہیں ہیں۔ اگر ایسے اختلافات نہ ہوتے تو شاید وہ بھی وزیر ہوتے لیکن زیادتی یہ ہے کہ وہ بہرحال اپوزیشن میں ہیں اور ان کو ابھی تک اپوزیشن لیڈر نامزد بھی نہیں کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سینیٹ کے انتخابات کے لیے ایسی صورت بھی پیدا نہیں کی گئی کہ وہ اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکیں۔ یہ صورت حال سندھ کی ہے۔ اگر سندھ کے چند ممبران اپوزیشن میں ہیں اور وہ کسی شخصیت کو اپنا لیڈر چنتے ہیں تو ان کا حق بنتا ہے۔ اتنے عرصے سے اپوزیشن لیڈر کے بغیر دونوں اسمبلیوں کو چلایا جا رہا ہے، یہ ہمارے جمہوری معاشرے کے لیے بدقسمتی سے کم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ زاہد صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ کا point of order لے لیا ہے۔ دو ہیں۔ ایک بعد میں لے لیجیے گا تاکہ سب کو chance مل جائے۔ جی۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین! میرا point of order عوام کے مسائل سے متعلق ہے۔ آپ نے بھی اسلام آباد سے باہر جاتے اور واپس آتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ اسلام آباد میں داخل ہوتے ہوئے جو مشکلات پیش آتی ہیں، وہ سارے ممبران جانتے ہیں۔ اسلام آباد داخل ہونے اور پارلیمنٹ پہنچنے تک ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اتنی چیک پوسٹیں ہیں اور ان میں کوئی چیکنگ نہیں ہے۔ ایک سپاہی ادھر بیٹھا ٹیلی فون سن رہا ہوتا ہے، دوسرا کھمبیں اور کھڑا ہوتا ہے یا کوئی ایسا بدبخت آ جاتا ہے جسے سائیڈ پر کھڑا کر کے پیسے لے لیے جائیں۔ یہی صورت حال یہاں سے جاتے وقت بھی ہے۔ جب آپ اسلام آباد سے باہر جا رہے ہوتے ہیں اور خصوصاً اگر آپ موٹروے پر چلے جائیں تو موٹروے پر

آپ کو پکڑ لیتے ہیں۔ یہ عجیب بات میں نے دیکھی ہے۔ حکومت یہ کیا کر رہی ہے۔ کیا وزیر داخلہ ان چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ اس قوم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جناب! وہاں کیا ہوتا ہے۔ گاڑی کا میرے صوبے کا کوئی بھی نمبر ہو، اسے سائیڈ پر کھڑا کر کے اس سے پیسے لیتے ہیں۔ میں نے خود کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ کسی نے آج تک کسی چیک پوسٹ پر چوری کی کوئی گاڑی نہیں پکڑی ہے جبکہ اسلام آباد، پنڈی سے روزانہ گاڑیاں چوری ہو رہی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ساری ہمارے صوبے میں جا رہی ہیں یا سب اس شہر سے باہر جا رہی ہیں۔ منسٹر تو آتے نہیں ہیں، اگر وہ ہوتے تو وہ اس کا جواب دیتے۔ یہ عوام کو تکلیف دے رہے ہیں۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آپ کا مؤقف آ گیا ہے۔ جی سلیم سیف اللہ صاحب! آپ کا کوئی point of order ہے۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: جناب والا! یہ میرا point of order ہی ہے جو بات Leader of the Opposition اور غفار قریشی صاحب نے کی ہے۔ جناب چیئرمین! آپ اس ایوان کو تین سال سے چلا رہے ہیں۔ ایوان میں Leader of the Opposition کی ایک بڑی مقدس post ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ دو صوبوں میں یہ نہیں ہیں۔ جب سردار یار محمد رند اپوزیشن میں ہیں تو ان کو کیوں نہیں declare کیا جا رہا۔ پہلے جو وزیر اعلیٰ رہ چکا ہوتا ہے، جیسے ہمارے صوبے میں اکرم درانی صاحب پانچ سال تک وزیر اعلیٰ رہے، آج وہ Leader of the Opposition ہیں۔ اسی طرح ارباب رحیم صاحب تین سال تک ہمارے وزیر اعلیٰ رہے، یہ ایک قد آور شخصیت ہیں، آپ ان کو Leader of the Opposition کیوں نہیں بنا رہے۔ اس سے جمہوریت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا مؤقف آ گیا۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: مہربانی کر کے بلوچستان اور سندھ، دونوں صوبوں میں فوری طور پر Leader of the Opposition کا notification جاری ہونا چاہیے۔ دوسرے میں کارٹونز کے متعلق صرف یہ کہوں گا کہ کچھ ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے لیکن میڈیا سے بھی یہ گزارش ہے۔ دیکھیں! یہی لیڈر شپ ہے۔ جو ایم این ایز ہوتے ہیں انہیں عوام منتخب کرتی ہے۔ سینیٹرز ہیں۔ ہمارے عوامی نمائندوں، ہماری لیڈر شپ کا احترام ہندوستان والے تو نہیں کریں گے یا امریکہ یا جرمنی

والے تو نہیں کریں گے۔ صرف میڈیا نہیں، ہر ایک سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے قومی نمائندوں کی عزت اور ان کا احترام کریں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے اعمال درست کریں۔ ہم میں بھی بہت کوتاہیاں ہیں لیکن ان اداروں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے قومی نمائندوں کی عزت کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ جناب چیئرمین۔ درحقیقت میں آج بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے بہت افسوس اور دکھ ہے کہ میں کھڑا ہو کر یہ point of order سینیٹ میں raise کر رہا ہوں۔ آخری دو دنوں میں تین بچیاں، ایک پانچ سال، ایک سات سال اور ایک ساڑھے سات سال کی ہے اور چار عورتیں ہیں۔ سرعام دو پر تیزاب پھینکا گیا ہے اور دو کی ناک کاٹ دی گئی۔ کیا ہماری قوم اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ ہم اپنی بچیوں، اپنی عورتوں کو اس ملک، اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کسی قسم کا کوئی تحفظ نہیں دے سکتے۔ کیا آج ہماری بچیاں باہر نہیں نکل سکتیں، سڑک پر نہیں کھیل سکتیں۔ ہمارے ۹۸ فیصد غریب، دکھی عوام چھوٹے چھوٹے مکانوں، چھوٹے چھوٹے محلوں میں رہتے ہیں۔ ان کے بچوں کو باہر نکلنا پڑتا ہے۔ ہوالینے، بیٹھنے کے لیے ان کو سڑک پر آنا پڑتا ہے۔ ایک ڈیڑھ کمرے میں رہتے ہیں۔ یہ صرف دو دنوں کی بات ہے اور reported ہے۔ یہ ہماری بہادر، آزاد پریس کا کمال اور بہادری ہے کہ وہ یہ رپورٹ دے رہا ہے مگر افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ شاید ہمارے پولیس والوں کی بیٹیاں اور بیویاں نہیں ہیں کیونکہ ایک بھی مجرم نہیں پکڑا گیا۔ ایک بھی case میں پولیس نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ آج یہ حالت ہے کہ پاکستان میں جب ہماری بیٹیاں باہر نکلیں تو ان کی بے حرمتی ہو اور وہ بھی سات سال کی بچی۔ اس پر کیا گزرتی ہو گی؟ یہ جو درندے پیدا ہو گئے ہیں۔ ہماری society میں ذہنی مریض آ گئے ہیں، ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ ہمارے Interior Minister *Sahib* کہاں ہیں؟ ان کی اتنی بڑی فوج ہے جس کو اتنی تنخواہیں دی جاتی ہیں، جو Toyota Corolla میں گھومتی رہتی ہیں اور ایک VIP کے پیچھے پیچھے چالیس، چالیس گاڑیاں جا رہی ہوتی ہیں مگر وہ ہماری بچیوں کو protect نہیں کر رہے۔ وہ protect نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی تفتیش ضرور کریں، ان کو پکڑیں اور کوئی کارروائی تو کریں۔ وہ تو FIR تک درج نہیں کرتے، آج پاکستان میں یہ حالت ہے۔ میں آپ کی وساطت سے کیونکہ آپ ہمدرد ہیں، آپ کو ان چیزوں کا دکھ ہے،

آپ بھی بیٹیوں والے ہیں، میں بھی بیٹیوں والا ہوں، سب بیٹیوں والے ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ اس سلسلے میں حکومت کو ضرور کہیں گے کہ کچھ نہ کچھ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: جناب چیئرمین! شکریہ۔ بڑی crucial بات ہے، جس کو جناب صابر بلوچ صاحب اور جناب سلیم سیف اللہ صاحب نے point out کیا ہے۔ ہمارا press آزاد بھی ہے اور خاصی تنقید کرتا ہے، تنقید ہونی بھی چاہیے۔ جناب چیئرمین! میں یہ نہیں کہتا کہ تنقید نہیں ہونی چاہیے لیکن شائستہ قوموں اور سلجھی ہوئی قوموں کا طریقہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ کسی کو یہ کہنا تو آسان ہے کہ یہ آپ کے والد صاحب اور میں دوسرا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا، اگر وہ لفظ کہیں تو بد تمیزی کے زمرے میں آتا ہے۔ میں press سے یہ کہوں گا کہ ٹھیک ہے آپ politicians پر جتنی مرضی تنقید کریں، بعض چیزیں ایسے ہی اڑا دی جاتی ہیں، اگر parliamentarians کو development fund دیا گیا یا discharge کیا گیا، اس میں کیا قباحت ہے؟ جناب چیئرمین! اس سلسلے میں کہا گیا کہ یہ fund لے کر بک گئے۔ یہ ایک development fund تھا، جن، جن کے آٹھ، دس یا پچاس لاکھ رہ گئے تھے، وہ دے دیے گئے تو کیا ہو گیا؟ ان کو یہ rule and norms کے تحت مہیا کیے گئے ہیں۔ اگر آپ اس کو بند کرنا چاہتے ہیں تو بند کر دیں، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ mind set دینا کہ یہ کھا گئے اور لُوٹ گئے، یہ بہت غلط بات ہے۔ تنقید ضرور کریں لیکن جرنیلوں پر تنقید کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے آج تک ان پر تنقید نہیں کی۔ جن جرنیلوں نے غلط کام کیے ہیں اور corruption کی ہے، میں ان کی ایک ہزار باتیں بتا سکتا ہوں لیکن یہ نہیں کریں گے۔ آپ politicians پر تنقید کریں، ہم برداشت کرتے ہیں، ہمارا temperament ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کوئی اور point of order ہے؟ مندوخیل صاحب، مختصر کر لیجیے کیونکہ کافی ممبران نے تقریریں کرنی ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں نے request کی تھی اور آپ نے note کیا تھا، آپ کی بہت مہربانی۔ جناب والا! عرض یہ ہے کہ کل سومرو صاحب نے بھی بات کی کہ سندھ میں جامشورو یونیورسٹی کے معاملات ایک، ڈیڑھ سال سے بڑے خراب ہیں۔ ایک استاد مارا بھی گیا ہے۔ تمام staff اس بات پر متفق ہے کہ تمام معاملات Vice Chancellor کی وجہ سے

ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں درخواست ہے کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو وہاں جا کر اس کا جائزہ لے کیونکہ اس کے علاوہ تو اس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا۔

جناب چیئرمین: یہ چونکہ سندھ کا معاملہ ہے، نیر بخاری صاحب، آپ سندھ یونیورسٹی، جامشورو میں Vice Chancellor کا جو مسئلہ ہے، اس کو دیکھ لیں۔ Talk to the Chief Minister in this regard. خالد سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب چیئرمین! شکریہ۔ دو دن پہلے شکار پور میں ایک واقعہ ہوا اور تمام اخبارات نے اس کو بیان کیا کہ علاقے کے سرداروں نے کارو کاری کے الزام میں دو خواتین کو مجرم قرار دیا ہے اور ان کو کسی وقت بھی مارا جا سکتا ہے۔ کسی نے اس کا notice نہیں لیا اور اس کے ایک دن بعد ایک خاتون کو ٹکڑے کر کے اس کی لاش دریائے سندھ میں بہا دی گئی۔ اس کے بعد کارروائی کی گئی اور ان کے گھر سے دوسری عورت کو برآمد کیا گیا۔ اس قسم کے واقعات کی روک تھام ہونی چاہیے جو ہمارے علاقے میں آئے روز ہو رہے ہیں۔

دو دن پہلے ایجنسیوں نے ایک کارکن ڈاکٹر میر عالم مری کو ان کے ساتھیوں سمیت اٹھا لیا ہے۔ چار سال پہلے خیر پور، فیض گنج سے حافظ خان محمد چاند صاحب کو اٹھایا گیا تھا لیکن جن کو اٹھایا جاتا ہے، اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی جرم ہے تو عدالتیں موجود ہیں، ان کو وہاں پیش کریں۔ ابھی ڈاکٹر میر عالم مری کا جو واقعہ ہوا ہے، اس کا بھی notice لیا جائے اور ان کی بازیابی کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اگر ان کا کوئی جرم ہے تو ان کو عدالت کے حوالے کیا جائے۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب، آپ Minister for Interior سے بات کریں کہ وہ سندھ کے Home Minister سے بات کریں کہ وہ سومرو صاحب نے جو بات کی ہے اس کو دیکھیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹھیک ہے جناب! میں coordinate کر لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ثریا صاحبہ، last point of order پھر speeches پر آجائیں گے۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: میں PIA والوں کے رویے کی شکایت کرنا چاہتی ہوں۔ میں جمعرات کو ریلوے کی میٹنگ کے سلسلے میں کراچی جا رہی تھی۔ میں ائر پورٹ پر چھ بجے پہنچی اور جہاز کا وقت سات بجے تھا لیکن مجھے کہا گیا کہ آپ نہیں جا سکتیں کیونکہ جہاز full ہو چکا ہے۔ میں نے بہت کہا کہ میری میٹنگ ہے، میں نے جانا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: کیا آپ کی confirm seat تھی اور آپ وقت پر پہنچی تھیں؟

سینیٹر ثریا امیر الدین: میری confirm seat تھی۔ میں وہاں پر چھ بجے پہنچی تھی، جہاز کا وقت سات بجے تھا لیکن انہوں نے مجھے کہا کہ جہاز full ہو گیا ہے اور مجھے seat نہیں دی۔ میں نے کہا کہ میرا وہاں پہنچنا ضروری ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ لاہور سے جہاز لیں اور کراچی جائیں۔

جناب چیئرمین: اس کو دیکھتے ہیں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر سنائی دی)

جناب چیئرمین: محمد علی درانی صاحب۔

سینیٹر محمد علی درانی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انتہائی قابل احترام چیئرمین صاحب! میں نے گزشتہ نو سال میں اس ایوان میں ایک نامکمل جمہوریت سے مکمل جمہوریت کے سفر کا بغور مشاہدہ کیا ہے۔ جب ہم اس پارلیمنٹ میں آئے تو یہ پارلیمنٹ جمہوری نہیں تھی لیکن آج یہ مکمل طور پر منتخب اور جمہوری پارلیمنٹ ہے۔ صدر سے لے کر تمام ادارے منتخب شدہ ہیں اور پارلیمنٹ میں جو کچھ ہوا، میں اس کے مشاہدے کے بعد اس ایوان میں یہ اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت سے بہتر کوئی نظام نہیں ہے۔ اس وقت بھی جمہوریت کی فتح ہوئی ہے اور آئندہ بھی جمہوریت کی فتح ہو گی دنیا میں حکومت سازی کا کوئی اور ایسا نظام نہیں ہے جو جمہوریت سے بہتر ہو۔ تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے، جمہوری process سے بننے والی حکومت موجود ہے، اس کے باوجود عوام کی مشکلات دل کو خون کے آنسو رلاتی ہیں، آپ corruption, law and order, بری حکومت، تیل، گیس، بجلی، تعلیم، پانی، PIA اور مختلف اداروں کی حالت دیکھیں تو یہ اپنی بدترین شکل میں چل رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ منتخب اداروں کی کوکھ سے جنم لینے والی منتخب حکومت کی بری کارکردگی آج جمہوریت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ان تمام خطرات کے باوجود اگر آج ملک میں جمہوری نظام مستحکم ہے تو میں اس کا credit موجودہ Opposition اور عدلیہ کو دینا چاہوں گا، بہر حال Opposition نے friendly opposition کا طعنہ سنا اور برداشت کیا لیکن منتخب حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لیے agitation کا سہارا لیا اور نہ غیر جمہوری قوتوں کے ساتھ ساز باز کی بلکہ ہر مشکل میں واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ تبدیلی کا حق صرف عوام کے vote کو حاصل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کا credit Opposition کے قائدین کو نہ دیا جائے تو یہ انصاف نہیں ہو گا، خواہ میاں

نواز شریف صاحب ہوں یا مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہوں اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے، Opposition میں بیٹھنے والی تمام منتخب پارلیمانی parties ہیں، انہوں نے ہمیشہ جمہوریت کے استحکام اور تمام تر اعتراضات اور اختلافات کے باوجود موجودہ جمہوری نظام کو مستحکم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ میں اس وقت یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ یہی رویہ عدلیہ کا بھی رہا، اس کے لیے Opposition کے قائدین اور عدلیہ دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں ماضی میں لگنے والا ہر مارشل لا ایسا تھا جس کو اس وقت کی Opposition نے welcome کیا اور اس مارشل لا کی validation کسی فوجی عدالت سے نہیں ہوئی بلکہ اس وقت کی اعلیٰ عدلیہ سے ہوئی۔ آج یہ حالات برقرار رہتے ہیں تو میں بہت اطمینان سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ کبھی غیر جمہوری حکومت نہیں آئے گی۔ اس موقع پر اگر حق بات کی جائے تو حکومت نے عوام کے ساتھ جو کچھ بھی کیا لیکن حکومتی coalition کا Parliament میں جو رویہ رہا ہے، وہ آخری حد تک جمہوریت کے لیے برداشت کا رہا ہے۔ اٹھارہویں، انیسویں اور بیسویں ترامیم کو عددی بنیاد پر bulldoze بھی کیا جا سکتا تھا، ان کو consensus سے لا کر ایک ایسا راستہ نکالا گیا جس کا credit Opposition کے ساتھ ساتھ حکومتی coalition کو نہ دیا جائے تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ میں آج یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ 73 کے آئین میں Concurrent List کو 10 سال میں ختم ہونا تھا، آج اس Parliament کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس Parliament نے اس Concurrent List کو کم و بیش 47 سال کے بعد ختم کیا۔ میں اس موقع پر ذاتی طور پر اس House اور اس کے تمام ممبران کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا اور جناب چیئرمین! آپ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ بہاولپور کے عوام یحییٰ خانی مارشل لائی اقدام کے نتیجے میں اپنی پہچان سے محروم کر دیئے گئے تھے، ان کی آواز اکلوتے سینیٹر نے اٹھائی لیکن جس قسم کا تعاون اور مہربانی اس House کی طرف سے کی گئی، میں یہ بات بانگ دہل کہنا چاہتا ہوں کہ میں ذاتی طور پر اور بہاولپور کے عوام کبھی بھی اس House کے اس احسان کو نہیں بھول سکیں گے جو اس issue پر آپ اور اس House نے روا رکھا اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ House نہ صرف وفاق کی علامت ہے بلکہ مظلوم کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ Senate کی Standing Committee for SAFRAN حافظ رشید احمد صاحب، چیئرمین ، محترم حاصل بزنجو صاحب، مولانا محمد خان شیرانی صاحب، پروفیسر ابراہیم صاحب اور عبدالغفار قریشی صاحب وہاں پر خاص طور پر تشریف لائے اور وہاں ماضی کے تمام معاہدوں کا مطالعہ کرنے کے بعد Standing Committee نے یہ ruling دی کہ بہاولپور کے عوام کا یہ حق ہے کہ ان

کا صوبہ بحال کیا جائے۔ اسی طرح ڈاکٹر عبدالمالک Chairman, Functional Committee on Less Developed Areas, Chairman کی حیثیت سے تشریف لائے، محترمہ نیلوفر بختیار صاحبہ آئیں اور ڈاکٹر سومرو صاحب بھی تشریف لائے اور انہوں نے ناانصافیوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے، ان پر اپنی آواز بلند کی۔

جناب چیئرمین! میں اپنی گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے کہنا چاہوں گا کہ بہاولپور کے عوام آپ کے احسانات کو کبھی نہیں بھلائیں گے۔ میں نے سینیٹ سے جانے سے پہلے ایک resolution بھی پیش کی ہے، میں نے پاکستان کی آئینی تاریخ میں پہلی مرتبہ آئین کے Artcile-48 کی ذیلی دفعہ (6) کے تحت referendum کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی بھی کوئی referendum آئین کے مطابق نہیں ہوا۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد اس کا طریقہ کار تبدیل کیا گیا ہے جو joint session کے ذریعے آتا ہے، میں نے اس کے تحت اس کو پیش کیا ہے اور اسی طرح بہاولپور صوبے کی بحالی کے لیے ایک amendment بھی دی ہے۔ میری درخواست ہو گی کہ میرے جانے کے بعد آپ سب نے جس طرح ماضی میں مہربانی کی ہے، آپ ان دونوں issues پر بھی مہربانی کرائیں، بہاولپور کے عوام چاہتے ہیں کہ ان سے پوچھے بغیر بہاولپور کو کسی صوبے کا ویسے ہی حصہ نہ بنا دیا جائے جیسے یحییٰ خان نے بزور سے ان پر یہ ظلم کیا تھا اور یہ ظلم اور زیادتی ناانصافی پر مبنی تھی۔ میں آخر میں اس موقع پر ایک تجویز بھی پیش کرنا چاہوں گا، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ چھوٹے صوبوں پر بڑے صوبوں کی بالادستی کم ہو تو میں تجویز پیش کرنا چاہوں گا کہ سینیٹ indirect کے بجائے directly منتخب ہونا چاہیے تاکہ Finance Bill بھی اس میں آئے۔ جناب چیئرمین! ہمیں 9 سال تک یہ طعنہ ملتا رہا کہ یہ غیر منتخب ہیں، horse trading کے بھی طعنے ملتے ہیں، ان تمام طعنوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں یہ تجویز دینا چاہوں گا۔ جناب چیئرمین! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا اور میں یہ کہوں گا کہ آپ نے اس کرسی کے تقدس کو قائم ہی نہیں رکھا بلکہ اس کو بڑھایا ہے، آپ نے اس House کو merit پر چلایا ہے، صرف House کو ہی نہیں چلایا ہے بلکہ اس میں merit sound system بھی لگوایا ہے، جس کے لیے ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔ اس سے آگے بڑھتے ہوئے کہوں گا کہ ہمیں اپنے خوبصورت چہرے یا جیسے بھی چہرے ہیں دیکھنے کا موقع بھی فراہم کیا۔ جناب! آپ سے ایک شکایت ہے کہ ہمارے چہرے تو coloured آتے ہیں لیکن جب آپ آتے ہیں تو black and white ہو جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کا پتا نہیں کہ یہ کیا ہے؟

سینیٹر محمد علی درانی: جناب ڈپٹی چیئرمین جان محمد جمالی صاحب جو اس House کی جان رہے، قائد ایوان جناب نیر بخاری صاحب نے ایوان کے دونوں طرف محبت کو پھیلایا، Leader of the Opposition جناب عبدالغفور حیدری صاحب نرم خوئی سے گرم بات بھی کر دیتے ہیں لیکن ان کی ایک اور مہربانی بھی ہے کہ انہوں نے بہاولپور آ کر بہاولپور کے عوام کی حمایت کی۔ میں Chief Whip اسلام الدین شیخ صاحب کا ذکر کروں گا، انہوں نے Chief Whip کی حیثیت سے ایک نئی روایت قائم کی۔ میں سیکریٹری سینیٹ جناب افتخار اللہ بابر صاحب، سابق سیکریٹری راجہ محمد امین صاحب، جناب محبوب صاحب اور انور صاحب کا بہت شکر گزار ہوں اور سینیٹ کے پورے عملے نے محبت بھرا تعاون پورے ہاؤس سے کیا ہے۔ ہمیں کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہم یہاں کسی ایسے relation میں ہیں جو کہ ایک family کی طرح نہ ہو۔ میں آخر میں کہوں گا، خٹک صاحب یہاں پر موجود نہیں ہیں، وہ ویزوں کا کام ہمیشہ بڑی مہربانی سے کرتے رہے اور میرے PS مختار خان رہے ہیں، میں ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ غیر معمولی تعاون کیا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ کا بہت شکریہ۔ اب media کے لوگ بھی آپ کو آرام سے دیکھ سکتے ہیں۔ جی ہارون صاحب۔

Senator Haroon Khan: Thank you Mr. Chairman. I just want to say a few words.

جناب چیئرمین! میں اس ایوان میں چھ سال رہا ہوں اور میں نے یہاں بہت کچھ سیکھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ over the years یہ ایوان بہت effective ہوا، اس میں یہ realization پیدا ہوئی کہ although Senators indirectly elect ہو کر آتے ہیں لیکن جو parties ان کو بھیجتی ہیں وہ direct election میں ووٹ لے کر آتی ہیں۔ اس ایوان کا ایک بڑا اہم role رہا ہے اور اٹھارہویں ترمیم کے بعد تو یہ role اور زیادہ اہم ہو گیا ہے۔

اس کی Committees بہت ہی important and powerful monitoring and oversight کا role ادا کرتی ہیں۔ میرا experience five Committees میں ہوا۔ میں ان Senators کا جنہوں نے ان Committees میں میرا ساتھ دیا and we did some great

things for this country شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کامرس کمیٹی کو لیں کہ جو پہلی مرتبہ NICL کے
مسائل کو limelight پر لائی، اگر آپ Industries Committee کو under the
Chairmanship Senator Ishaq Dar لیتے ہیں تو یہ وہی کمیٹی ہے کہ جس نے Steel Mills
کے scandal کو detect کیا، اسے limelight پر لے کر آئے، اگر آپ فنانس کمیٹی کی بات کرتے ہیں
تو بہت سے talented Senators جن میں پروفیسر خورشید صاحب اور اسحاق ڈار صاحب جن سے
میں نے بہت کچھ سیکھا، سینیٹر احمد علی صاحب کی leadership میں اس کمیٹی نے ایک بڑا اہم role
ادا کیا۔ حال ہی میں ابھی جو 95 کروڑ روپے پھنسے ہوئے تھے اور تین سال سے کوئی action نہیں ہوا تھا،
اسے اس کمیٹی نے reactivate کیا۔ آپ Sports Committee لے لیجیئے، سب سے پہلے یہ کمیٹی
match fixing کا limelight scandal پر لائی۔ کرنل مشہدی صاحب اس کے گواہ ہیں ، سینیٹر
عغفار قریشی صاحب اس کے چیئرمین تھے اور ان کی leadership میں ہم نے اسے point out کیا اور
انہیں بارہا کہا کہ اگر آپ نے timely action نہ لیا تو یہ scandal سامنے آئے گا اور یہ
international level پر پہنچے گا اور unfortunately وہ پہنچا۔

میرے خیال میں، میں نے چھ سال میں جو کچھ دیکھا اور جو کمی بیشی پائی۔ Senators at
their own, there is a lot they have done and they can do it but
they don’t have support, they don’t have backup support, اگر آپ باہر کے
ملکوں کی طرح Senators کے ساتھ کوئی research and legislative staff لگایئے تو I can
assure you Mr. Chairman کہ جو 104 Senators یہاں آئیں گے they can play
very effective and dominant role in this House and for this country.
بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس میں آدمی participate کر سکتا ہے لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے وہ
نہیں کر پاتا، جو سینیٹر بھی ادھر آتا ہے اس کی there is a life outside Parliament also,
there is a business set up he is running, they support themselves. تو
اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ proposal آگے لے کر چلیں۔

اس کے علاوہ میں نے دیکھا کہ Committees کا ایک بڑا role important ہے لیکن
parties ان کو seriously نہیں لیتیں، sitting Government بھی ان کو seriously نہیں
لیتیں، ہم ایک ایک ہفتہ بیٹھ کر فنانس کمیٹی میں Finance Bill پر recommendations دیتے

تھے but we did not have the support of the parties, we did not have support of the parties in the National Assembly who would pursue those amendments and make sure that they are incorporated in the Finance Bill. میں نے یہ بھی دیکھا کہ سینیٹ میں بہت experienced لوگ آتے ہیں، وہ کام بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ criterion نہیں ہوتا کہ کس field میں کس کو بھیجنا ہے اور اس نے کیا کام کرنا ہے۔ وہ آجاتے ہیں اور ایک دو سال تو انہیں سیکھنے میں لگتے ہیں and by the time they start learning then the time is always over.

جناب چیئرمین! when I was coming to the Senate this morning and a lot of things flashed back, it's long time, it's 60% of a decade. میں نے سوچا کہ کس طرح ہم نے ان چھ سالوں میں جنرل مشرف کو اپنی peak پر دیکھا اور پھر ایک judicial movement آئی اور جنرل مشرف کا downfall دیکھا۔ کس طرح ہم نے نواز شریف صاحب کو exile میں دیکھا اور اس کے بعد ان کا arrival دیکھا، ان کو الیکشن میں بڑی position لیتے ہوئے دیکھا۔ کس طرح ہم نے بے نظیر بھٹو کی tragic death دیکھی۔ کس طرح ہم نے نواب اکبر بگٹی کا unfortunate murder دیکھا۔ کس طرح ہم نے 12 مئی 2007 میں innocent لوگوں کی killings دیکھیں، جس کا آج تک پتا نہیں چلا کہ کیا ہوا۔ کس طرح ہم نے کراچی کی target killings for the last two three years دیکھیں، جس میں thousands of people died for no fault of theirs. کس طرح ہم نے drone attacks دیکھے، کس طرح ہم نے ہزاروں فوجیوں، ہزاروں paramilitary soldiers، ہزاروں policemen اور ہزاروں innocent civilians کو شہید ہوتے دیکھے، for no fault of theirs. I am really honoured to be living in this country جن کے شہید جوانوں نے اپنی جانیں قربان کیں تاکہ we who are left behind may have a better future. The world should realize that جتنی contribution اس war on terror کے لئے ہمارے ملک نے دی ہے اتنی ساری NATO countries نے combined نہیں دیں۔

جناب چیئرمین! کس طرح ہم نے PML(N) کو اور PPP کو ایک alliance بناتے ہوئے دیکھا اور کس طرح ہم نے چھ ہفتے میں اس alliance کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا۔ کس طرح ہم نے PML(Q)

پر ایک قاتل لیگ کا لیبل لگتے ہوئے دیکھا اور کس طرح ہم نے PML(Q) کو PPP کا most faithful ally دیکھا۔ کس طرح ہم نے اپنے colleague سینیٹر مشاہد حسین کو اس پارٹی کو لیبل کرتے دیکھا کہ "لٹوتے پھٹو" اور اسی پارٹی نے ان کو اسلام آباد سے unopposed elect کیا۔ بڑے بڑے ups and downs دیکھے but this is life and this is politics and we get use to all that.

جناب چیئرمین! کس طرح ہم نے چھ سال میں GDP growth کو 9% سے 8% تک گرتے ہوئے دیکھا، کس طرح ہم نے مہنگائی کو 7% سے 25% تک جاتے ہوئے دیکھا۔ کس طرح ہم نے اس ملک کے قرضے کو 6ہزار ارب سے 12ہزار ارب ہوتے ہوئے دیکھا، کس طرح ہم نے غربت کو 22% سے 40% ہوتے ہوئے دیکھا۔ کس طرح ہم نے PIA, Railways and Steel Mills کو ایک profitable ادارے سے ایک bankrupt ادارے میں دیکھا۔ یہ ساری چیزیں ہماری نظروں کے سامنے پچھلے چھ سالوں میں ہوئی ہیں۔

Mr. Chairman, for me I have always accepted challenges in life and I really considered to be honoured to have served this House for six years but for me I also get tired of monotony although this is a very challenging place but for me it is time to move on to accept newer or better or bigger challenges and if they come.

Mr. Chairman, 22 years ago in 1990 I came back to this country having lived abroad for several years.

اور جب میں ادھر آیا For many years I started questioning, I have seen the west, I have seen the best of the best of the countries, اور میں اپنے آپ سے یہ سوال سے کرتا رہا کہ ہمارے ملک میں کس چیز کی کمی ہے، ہمارے ملک میں سڑکیں، dams، اور کارخانے کیوں نہیں ہیں، ہم جہاز، bullet trains اور computers کیوں نہیں بناتے۔ یہ ایک resilient قوم ہے، آپ نے ان کی resilience دیکھی ہے کہ جس دور سے ہم گزرے ہیں، جتنے bomb attacks, suicide attacks ہماری قوم نے بھگتے ہیں اور تین دن کے بعد یہ قوم کھڑی ہو جاتی ہے۔ کتنے economic crisis آئے ہیں اور پھر یہ قوم کھڑی ہو جاتی ہے اور میں یہ سوچتا تھا کہ

ہمارے پاس پہاڑ ہیں ، دریا ہیں، گلشیئرز ہیں اور دنیا کے سب سے بڑے تین Mountains ہیں ، سمندر ہے۔ ہمارے پاس دنیا کی سب سے خوبصورت sites ہیں۔ ہمارے لوگ نیویارک، امریکہ میں جا کر اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے ٹیکسیاں چلاتے ہیں اور دس ، دس لوگ ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتے ہیں تا کہ اپنے والدین کو پیسے بھیج سکیں تا کہ والدین کا lifestyle بہتر ہو سکے، اپنا lifestyle scarify کر کے کرتے ہیں دنیا کی کوئی قوم یہ نہیں کرتی۔ ہمارے لوگ دبئی کے پچاس سنٹی گریڈ سے اوپر ٹمپریچر وہاں دبئی کے skyscrapers بناتے ہیں، یہ سب کچھ ہمارے ملک میں ہے اور ہم پھر کیوں پیچھے رہ گئے ہیں۔ And later on I discovered Mr. Chairman کہ ہم اس لیے پیچھے رہ گئے ہیں کہ we need a leader like a leader جس کی تصویر آپ اوپر دیکھ رہے ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Senator Haroon Khan: This is one person, Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, who gave us Pakistan. Unfortunately he died too early. We need a leader like him, who stood against the British Empire because he decided that the Muslims of the sub-Continent can't live together with the Indians and he stood firm; he was offered the Prime Ministership of one India. He declined it. We need a leader who would make this country rich rather than making himself rich. We need a leader who should not be impressed by sycophants; who talks about merit; who knows about governance; who has a vision about this country and that is when this country will turn around; that is when we are going to make motorways, highways, dams and aeroplanes and all those things that we can do but we have not been able to do.

Mr. Chairman! twenty two years later, I am waiting for the day, where all this is going to happen and I am also waiting for the day when we will consider ourselves, Pakistanis first and Sindhis, Balochis, Pathans and Punjabis later. I am still waiting for the day when we go to consider ourselves muslims first and Shia, Sunni, Wahabi and others later. Mr. Chairman! I am sure this country

deserves more. I am sure that 180 million people deserve more and I am sure and I have great hopes with this country and I have great hopes with this House, National Assembly and the Provincial Assemblies that some day, sooner or later, somebody is going to come out of these assemblies and is going to turn around this country, and is going to make all these dreams a reality.

Mr. Chairman! at the end, I would like to thank you for having run this House very efficiently and above all having run this House in a very fair and equitable manner. I would also like to thank the Deputy Chairman who brought in humour in this House and made a smile even in very tensed moments. Thank you Mr. Chairman, for bearing with us all these years, thank you my colleagues and especially my senior colleagues from whom I learnt a lot Senator, Prof. Khurshid, Senator Ishaq Dar, Senator S. M. Zafar, Senator Waseem Sajjad and from you, Mr. Chairman, and a number of others. Thank you very much and goodbye.

Mr. Chairman: Thank you. Mrs. Rehana Yahya Baloch.

Senator Rehana Yahya Baloch: Thank you very much. Mr. Chairman! I want to thank you, the Deputy Chairman and all the staff of the Senate who were very helpful throughout our stay in the Senate. I am thankful to the MPAs of our province who voted for us so that we could represent them in this august House and resolve their problems. Mr. Chairman! some of the Senators pointed out most of the issues discussed were not resolved. I congratulate the new Senators and I hope they fill the vacuum which we left. Sir, a lot has been spoken about the law and order situation in Balochistan. I would also like to add a few lines in that. Sir, Balochistan needs serious efforts. The reality is that an undeclared war is going on with the Baloch people.

Mr. Chairman: Badini Sahib, please you are violating the rules. Rehana Sahiba please continue, let us hear the honourable member from Balochistan.

Senator Rehana Yahya Baloch: In the present set up, the link with Balochistan is being weakened, it is a matter of concern that the rulers have no concern. The situation in Balochsitan was already tense and the Baloch leadership has been raising its voice against the targeted killings and their mysterious disappearance. Reconciliation with Baloch nation was never taken up. Targeted killings are common in Balochistan but now the Balochi leadership, activists and their families are not secure. It has been the demand of the Baloch leadership to be heard but the Government pays no heed. Hence they have been pushed away from the peaceful struggle by denying the acceptance of their demands. The world has been talking about Balochistan for many years, about the denial of autonomy of its people, the exclusion of civilians from decision making process, the involuntary disappearances and mutilated bodies of the missing persons. What anybody interested in Balochistan must not forget is that time makes many human devices irrelevant. What could have persuaded the angry Baloch in the 50s will not work in 2012. Today, any Balochistan settlement would have to be more on its people's term than on the terms of Islamabad. The Balochistan of today is tormented with all types of human afflictions ranging from forceful abductions to dead bodies. Is Balochistan considered an enemy territory? Even an enemy is not treated like that. Parliament is giving the impression of abandoning the Baloch to the mercy of the state apparatus. Parliament should declare that whether it has excluded the Baloch from the list of *bona fide* Pakistanis. If it has

not, why is it observing criminal silence on their plight and grievances? Why can the Federation not speak to the Baloch youth who have taken refuge in the mountains. Balochistan is under visual siege, Balochistan should be demilitarized and Balochistan civilians should be empowered to the provincial affairs. Until Balochis families stop receiving the bodies of their youths, there will be no hope for improving. If the Government thinks some 3rd force wants to weaken the state, it should take serious note of it. We do not want a fact finding committee. We know the facts, we have to take bold decisions. Thank you very much Sir.

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Thursday, the 8th March, 2012 at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 8th March, 2012 at 10:30 A.M.]